بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلہ نمبر ۹

علامتِ عشق

افادات

شفیق الامت حضرت مولانا شاہ محمد فاروق صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ خاص

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

مکتبۃ النور پوسٹ بکس ۱۳۰۱۲

شارع فیصل کراچی ۷۵۰۵۰ پاکستان

ملنے کے پتہ

۱۔ مکتبہ فیض اشرف جلال آباد ضلع مظفر نگر، یوپی انڈیا

۲۔ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال نمبر ۲ کراچی

۳۔ جناب قاری رحمت الحق صاحب مہتمم جامعہ قرآنیہ
سی ۱۰ بلاک ۱۵ فیڈرل بی ایریا کراچی

۴۔ عارف جنرل اسٹور ۳/۱ کمرشل ایریا بلوچ کالونی کراچی

۵۔ ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

۶۔ حاجی تاج الدین کراتہ مرچنٹ ۱۲۹ علامہ اقبال روڈ دھرم پورہ لاہور

۷۔ مفتی محمد طیب صاحب جامعہ اسلامیہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد

۸۔ ڈاکٹر محمد صابر صاحب عارفی ہومیو کلینک باغ حیات سکھر

۹۔ مولانا منظور احمد النعیمی ۵۵ ایسٹ روڈ گلشن مرے لندن

۱۰۔ عبد الحفیظ جلیلی خانقاہ [illegible] جنوبی افریقہ

۱۱۔ خانقاہ [illegible] ۳۱۸-A بلاک EH [illegible] کراچی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

بتوفیق تعالیٰ بعد الحمد وصلوٰۃ اپنے مرشد پاک کی برکت سے یہ ناکارہ اقوالات فاروقی سلسلہ نمبر ۵ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے حق تعالیٰ شانہ کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک بڑے درجے کی نعمت اشاعت دین کی خدمت ہے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو کسی اللہ والے کا دامن نصیب ہوا ہے اور کسی بھی شکل میں اپنے شیخ کی منشاء و مرضی کے مطابق دین کی اشاعت و تبلیغ میں مشغول ہیں۔ میرے حضرت شفیق الامت حضرت مولانا شاہ محمد فاروقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے مواعظ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر نمبر کی اشاعت کے ساتھ ہی اگلے نمبر کے لئے خطوط آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں تحریری مواد بے شمار ذریعوں سے لوگوں تک پہنچایا جا رہا ہے مگر جو چیز لوگوں کو زیادہ متاثر کرتی ہے وہ ہے بنیادی ضرورت مختصر و سہل طریق سے۔ اس معاملے میں میرے حضرت کے مواعظ جن لوگوں نے سنے ہیں یا پڑھے ہیں اور جن کا اصلاحی تعلق حضرت سے ہے وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل میرے حضرت کا اخلاص ہے ان تعلیمات سے دین پر عمل کرنا کتنا آسان ہو جاتا ہے حق تعالیٰ میرے حضرت کے فیض کو اور بڑھائیں اور پوری امت کو نصیب فرمائیں ہم سب کو اخلاص سے شریعت کی تابعداری نصیب فرمائیں آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

خاکپائے مرشد

احقر محمد ظریف فاروقی عفی عنہ

۹ ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ

پیارے رسول ﷺ کی پیاری باتیں

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

توفیق الٰہی اور اپنے مرشد پاک کی برکت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کے متعلق مختصر سی باتیں پیش کی جائیں گی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس برس خدمت کی اور آپ نے کبھی بھی مجھے اف نہ کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کام کیوں نہیں کیا۔

انس بن مالک کی والدہ بہت سمجھدار تھیں حدیث میں ان کی والدہ کی تعریف آئی ہے کئی باتیں ان کی قابل قدر ہیں۔ ایک بڑی سمجھداری ان کی یہ تھی کہ جب انس بن مالک آٹھ سال کے تھے تو اپنے بچے کی اصلاح کی فکر ہوئی اور آٹھ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے لیکن انس کو لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ اور عرض کیا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انس کو اپنی خدمت میں قبول فرمالیجئے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بہت پسند فرمائی اور حضرت انس بن مالک کو اپنی خدمت وصحبت میں

دکھ لیا۔ اور جب تک آپ اس دنیا میں تشریف فرما رہے حضرت انس بن مالک آپ کی خدمت میں رہے۔ اور بہت ہی بچپنے کی عمر تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو انس بن مالک کی عمر اٹھارہ سال کی تھی دس سال مسلسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔ یہ بہت بڑی بات ہے ایک لمحہ بھی کسی کو نصیب ہو جائے تو بہت بڑی بات ہے اور دس سال کے اس عرصے میں ان کی کم عمری کی بناء پر ان سے غلطیاں بھی بہت ہوئیں۔ لیکن اس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحمل، حلم و کرم تھا کہ کبھی آپ نے انس بن مالک کو نہ ڈانٹا نہ ڈپٹا، بہت سی باتیں آپ کے مزاج کے خلاف پیش آئیں لیکن آپ نے نہ کبھی مارا اور نہ ڈانٹا ڈپٹا۔ اور نہ ہی برا بھلا کہا۔ دیکھئے! ایسا خادم جو بالکلیہ آپ کی خدمت میں ہے۔ اور آپ کا پورا قابو بھی تھا آپ کچھ کہہ بھی سکتے تھے۔ لیکن کس قدر آپ کی خوش خلقی اور خوش اخلاقی کی بات ہے کہ آپ نے کچھ بھی نہیں فرمایا جب کہ آپ کی والدہ اسی لئے چھوڑ کر گئی تھیں کہ آپ کی نگرانی میں رہے۔ آپ اس سے اپنی خدمت لیں۔

اور انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے بڑھ کر خوش اخلاق آپ کو پایا۔ آپ نے مجھے ایک مرتبہ اپنے کسی کام کے لئے بھیجا۔ میں نے کہا کہ میں نہیں جاتا اور میرے دل میں یہ بات تھی کہ جہاں بھیجا ہے میں وہاں چلا جاؤں گا۔ لیکن زبان سے یوں کہہ رہے تھے کہ میں نہیں جاتا اور

یہ حضرت انس کی طبیعت میں بچپنے کا اثر تھا۔ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے چل دیا۔ بازار میں چند بچے کھیل رہے تھے میں ان کا کھیل دیکھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر ہو گئی تو آپ کو خیال ہوا کہ انس ابھی تک نہیں آئے کیا بات ہے۔ آپ دوسرے راستے سے تشریف لے گئے دیکھا تو انس چند بچوں کا کھیل دیکھ رہے تھے۔ آپ نے پیچھے سے آکر حضرت انس کی گردن پر ہاتھ رکھا اور آنکھوں پر نہیں رکھا کیونکہ آنکھوں پر ہاتھ رکھنے سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اور گردن پر بھی سختی سے نہیں نرمی سے رکھا۔ اور اتنی نرمی تھی کہ ہاتھ رکھنے کے بعد حضرت انس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو آپ تشریف فرما ہیں اور مزید حیرت اس پر ہوئی کہ آپ بجائے ڈانٹنے ڈپٹنے کے ہنس رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے انس! میں نے جہاں کے لئے بھیجا تھا تم تو وہاں جا رہے تھے۔ یہ بھی نہ کہا کہ یہاں کیوں کھڑے ہو تم نے اچھا نہیں کیا۔ برا کیا' بلکہ اس بات کا اعادہ کیا کہ میں نے تم کو جہاں بھیجا تھا تم تو وہاں جا رہے تھے۔ اللہ اکبر! کیا حلم ہے آپ کا! اس پر حضرت انس نے اب سنجیدگی سے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں وہیں جا رہا ہوں۔

بے شک اسلام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے پھیلا ہے اور آپ کا اخلاق دراصل وہ آپ کی تواضع تھی آپ کی عاجزی اور نرمی تھی۔ اس کو آپ کے اخلاق کہا گیا ہے۔ کتنا بڑا اثر ہوا حضرت انس

کی طبیعت پر اس بات کا کہ زندگی بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف
کرتے رہے، آپ کی خوبیاں بیان کرتے رہے، ان باتوں کو بڑی تفصیل
کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت حسنہ کے متعلق زیادہ تر جو
روایات ہیں وہ حضرت انس کی ہیں۔ آپ کی معاشرت کے بارے میں اور
آپ کے رہن سہن کے بارے میں وہی شوق سے گفتگو کر سکتا ہے جو آپ
کے پاس رہا ہو۔ اور جس نے قریب سے آپ کا رہن سہن دیکھا ہو۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ جا رہا تھا آپ کے جسم مبارک پر نجران کا بنا ہوا موٹی کنی کا
چادرہ تھا۔ آپ کو ایک بدوی ملا اس نے آپ کو چادرے سے پکڑ لیا۔ اور
زور سے کھینچا اور اتنا کھینچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سینے کے
قریب پہنچ گئے۔ اور کہنے لگا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بھی اس
مال کے دینے کا حکم دیجئے جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔ آپ نے بجائے اس
کے کہ بے التفاتی فرماتے یا رخ زیبا ادھر سے پھیر لیتے، ہنسے اور اسکی
طرف التفات فرمایا۔ اور حکم جاری فرما دیا کہ اتنا اتنا مال اس کو دے دیا
جائے۔ حالانکہ اگر دیکھا جاتے تو سائل نے مانگنے کا انداز تمیز اور تہذیب
کے خلاف استعمال کیا۔ یہ انداز نہیں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اس پر آپ نے
نکیر اور اعتراض بھی نہیں فرمایا۔ اور سائل کی اتنی رعایت فرمائی کہ اس

کی بے تمیزی کو بھی معاف فرمایا اور اس کے سوال کو پورا کرنے کا حکم جاری فرما دیا کہ اس کو اتنا مال دے دیا جائے۔ یہ بڑے ضبط و کرم کی بات ہے معمولی بات نہیں ہے بہت بڑی بات ہے۔

میرے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی منصب کوئی عہدہ عطا فرمائیں اور کسی کو بڑا بنائیں تو اس کا ظرف بھی بڑا ہونا چاہئے۔ ورنہ ایسا آدمی ایسے منصب پر جچتا نہیں کہ منصب تو بڑا ہو اور ظرف چھوٹا ہو' بڑے کا ظرف بھی بڑا ہونا چاہئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ پاک نے دین کا بڑا کام لیا' آپ کا وصال ہوا تو یہ اٹھارہ سال کے تھے' ایک سو دو سال مزید زندہ رہے۔ اور مسلسل دین کا کام کرتے رہے۔ اور ایک سو بیس سال عمر پائی۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ خادم کی عمر ہمیشہ زیادہ ہوا کرتی ہے۔ بہت عمر پائی اور ان کی صحت بھی اچھی رہی۔ دور دراز کے علاقوں میں گئے اور آپ کا پیغام پھیلایا۔ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا۔ ابتداء ہی سے قیامت تک کے لئے اس امت کا مزاج خدمت و صحبت تشکیل پا گیا ہے۔ خدمت سے خدا ملتا ہے اور صحبت سے نور آتا ہے ظلمت چلی جاتی ہے۔ آپ کے احباب آپ کے ساتھ رہنے والے آپ کے پاس بیٹھنے والے ان سب کے لئے "صحابی" سب سے بڑا لقب تجویز ہوا یعنی صحبت یافتہ۔

دیکھئے! غار ثور کا واقعہ ہے جب دشمن تلاش کرتے کرتے وہاں تک پہنچ

گئے تھے تو آپ نے فرمایا جس کو قرآن مجید نے بیان کیا "اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" سبحان اللہ! اس کے اندر حضرت ابوبکر کا ذکر آگیا۔ اور کیسی عجیب بات فرمائی۔ اباجی ایک بات فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت "اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" سے معلوم ہوا کہ شیخ کو شفیق ہونا چاہئے' یہ عین شفقت اور کرم کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فرمایا' یعنی تم اس بات پر یقین رکھو کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ سبحان اللہ! "مَعَنَا" لائے ہیں اور کیسی عجیب بات فرمادی کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ تو ہیں ہی تمہارے ساتھ بھی ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام نے اسی سے یہ بات نکالی کہ شیخ کو شفیق ہونا چاہئے ان کی طبیعت میں شفقت و کرم غالب ہونا چاہئے۔ عین اس حالت میں جب کہ اتنے بڑے شخص کے پیرا گھبرا رہے ہیں کہ یا رسول اللہ! دشمن آگیا ہے' اس پر فرما رہے ہیں لَا تَحْزَنْ کوئی غم اور فکر مت کرو' اور اس بات پر یقین رکھو کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اتنی طویل صحبت کی برکت سے حضرت انس بن مالک کو اللہ نے ایک سو بیس سال عمر عطا فرمائی۔ بہت بڑی بات ہے۔ آج سے ستائیس سال پہلے مدینہ طیبہ میں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے خادم کو دیکھا ان کی عمر ایک سو پچیس سال تھی۔ سوا سو سال عمر اور تکلیف ان کو ایسی تھی کہ مجمع میں سنانا بھی مناسب نہیں' جذام ہو گیا تھا اور جذامی کا داخلہ

مسجد کے اندر شرع میں ممنوع ہے۔ جمعہ کے دن خدمت کرنے والوں کی ان کے پاس قطار لگی رہتی تھی کوئی کہتا کہ میں نمازوں کا کوئی کہتا کہ میں طہارت والوں کا کوئی کہتا میں کپڑے پہنانے والوں کا کوئی کہتا میں وہیل چیئر میں حرم لے جاؤں گا۔ حرم کی صفیں سڑک پر آ جایا کرتی تھیں تو وہاں وہیل چیئر کی بھی صف پر لگ جاتی تھی۔ وہاں فرض پڑھوا کر واپس لے آتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو شیخ کی خدمت کی برکت سے اتنی طویل عمر عطا فرمائی تھی اور پھر قیامت تک کے لئے بقیع شریف کی سکونت عطا فرمائی یہ بہت بڑی بات ہے۔

ایسے ہی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اللہ پاک نے بہت عمر عطا فرمائی تھی تحقیق یہی ہے کہ ان کی عمر دو سو پچاس برس تھی۔ لیکن بعض روایات کچھ اور بھی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب ان کی زندگی کا ابتدائی دور تھا اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری دور تھا اور عیسیٰ ابن مریم کے وقت میں حضرت سلمان فارسی ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک ساڑھے پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ اور یہ تو اتفاقی بات ہے کہ حضرت سلمان ایمان لانے کے بعد ڈیڑھ سو سال زندہ رہے' بعض روایات میں ہے کہ ساڑھے تین سو برس عمر پائی۔ لیکن ہمارے اکابر کی تحقیق یہی کہ جب ایمان لائے اس سے پہلے آپ کی تلاش میں تھے آپ کے پاس پہنچے تو عمر ڈیڑھ سو سال تھی۔ ایمان لا کر سو

سال مزید زندہ رہے۔ ڈھائی سو سال عمر پائی۔ اور یہ عرصہ بہت محبت اور پیار کو نصیب ہوا۔ حضرت سلمان بھی آپ کے خدام میں شامل تھے۔

عراق میں ایک جگہ پر بہت بڑی مسجد ہے مسجد کے ایک طرف ان کا مزار ہے مسجد کے ہر دروازے پر یہ حدیث لکھی ہوئی ہے۔ سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ سلمان میرے اہل بیت میں سے ہے میرے گھر کا آدمی ہے میرا اپنا آدمی ہے۔ میں اس کے چاروں طرف گیا ہر دروازے پر یہ حدیث لکھی ہوئی تھی۔ دیکھیے! خدام کے ساتھ آپ کا کتنا پیار ہے۔ ورنہ دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کے پاس خدام کو حقیر جانا جاتا ہے' ڈانٹا جاتا ہے اور ان کے ساتھ نفرت کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ لیکن آپ اپنے خادم کو فرما رہے ہیں سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ اللہ اکبر! یہ آپ کے اخلاق ہیں!

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے بکریاں مانگیں' اور آپ کی بکریاں دو پہاڑوں کے درمیان چر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا سب کی سب اس کو دے دو۔ اور وہ لے کر چلا گیا۔ ان بکریوں کو لے جا کر اپنے قبیلے میں جمع کر کے کہا: اے لوگو! تم ایمان لے آؤ وہ ایسا شخص ہے کہ سب کا سب دے دیتا ہے۔ خالی ہاتھ رہ جانے کا بھی ان کو اندیشہ نہیں ہوتا۔ اتنا اس کی طبیعت پر اثر ہوا کہ اپنے قبیلے کے ذہن کو اس نے جا کر ہموار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے ایسے لوگ آپ کے اخلاق سے اور آپ کی تواضع سے متاثر ہو کر کے تو وہاں سے سات سو افراد کے قافلے

لے کر آئے اور آکر آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ یمن سے سات سو افراد کا قافلہ آیا اور آپ کے ہاتھ پر ایمان لائے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ آپ کے جس اخلاق سے لوگ متاثر ہوتے تھے وہ دراصل آپ کی تواضع تھی۔ آپ کے اندر بہت نرمی عاجزی اور بے نفسی تھی۔ جس کی وجہ سے لوگ روز بروز اسلام میں داخل ہوتے گئے۔

ایک اور صحابی فرماتے ہیں کہ آپ حنین سے واپس آرہے تھے تو بدوی آپ کو لپٹ گئے بدوی بیچارے دیہاتی تو ہوتے ہی ہیں۔ بدو ایک قبیلہ ہے ایک تو وہ دیہاتی دوسرا بہت جنگجو قبیلہ تھا۔ آپ سے کچھ سوال کر رہے تھے۔ سوال کرتے کرتے اور اصرار کرتے کرتے آپ کو نے جا کر ببول کے درخت سے ملا دیا۔ اور ایسا انداز اختیار کیا کہ آپ کی چادر بھی چھین لی۔ آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ دیکھو! میری چادر تو دے دو کیسے مزے سے فرما رہے ہیں۔ اگر میرے پاس ان درختوں کی گنتی کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو سب میں تم میں تقسیم کر دیتا۔ نہ تم مجھ کو کنجوس پاتے نہ جھوٹا اور نہ ہی تھوڑا دینے والا۔

یہ عجیب شان تھی کہ آپ کے ہاں جب کوئی سائل آتا تھا اگر کچھ ہوا دے دیا اور نہ ہوا تو دوسرے وقت کا وعدہ کر لیا اور ایسا بھی ہوا کہ آپ نے سائل سے فرمایا کہ تم قرض لے لو میں ادا کروں گا۔ کس قدر ایثار ہے

اللہ تعالیٰ آپ کی محبت نصیب فرمائے (آمین)

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ آپ نے کبھی بھی یوں نہیں فرمایا کہ نہیں دیتا' اگر ہوا تو دے دیا ورنہ دوسرے وقت کا وعدہ کرلیا۔ معذرت چاہ لی' آپ کا دست سخا اور دست کرم بہت کشادہ اور بہت ہی کھلا ہوا تھا۔

حدیث شریف میں ہے فجر کی نماز کے بعد مدینہ والوں کے غلام اپنے برتنوں میں ٹھنڈا پانی لے کر آتے تھے۔ اور موسم بھی سردی کا ہوتا تھا۔ اور برکت کے لئے وہ آپ کا دست مبارک اس میں ڈلواتے تھے۔ لیکن آپ انکار نہیں فرماتے تھے کبھی بھی یوں نہیں فرمایا! آج سخت سردی ہے میں اتنے ٹھنڈے پانی میں اپنا ہاتھ کیسے ڈالوں یا ابھی نہیں ڈالا پھر ڈال دوں گا' کبھی بھی انکار نہیں فرمایا اور ہاتھ ڈال دیتے تھے۔ اور ان کا دل رکھتے تھے۔

کبھی بھی کوئی بات تنبیہہ کی یا نصیحت کی ہوتی اور کچھ کہنے کی ہوتی تو زیادہ سے زیادہ یہ فرما دیا کرتے تھے : فلانے شخص کو نہ معلوم کیا ہو گیا ہے خدا کرے اس کی پیشانی کو خاک لگ جائے۔ بس یہ بہت بڑی بات تھی۔ اب ظاہر ہے کہ اگر پیشانی کو خاک لگ بھی جائے تو کیا تکلیف ہوئی کچھ بھی نہیں۔ اور لگتی بھی سجدہ میں ہے تو گویا آپ نے اس کے نمازی ہونے کی دعا دی۔ اور نماز میں بری باتوں سے روکنے کی خاصیت ہے تو آپ نے اس کی اصلاح کی دعا کی کہ اس کی اصلاح ہو جائے۔

یہ لفظ صلوۃ ہے اس کے لفظی معنی ہیں ٹیڑھی لکڑی کو آگ پہ سینک کر سیدھا کرنا۔ نماز کی پابندی نفس پر بڑی شاق گزرتی ہے لیکن نفس امارہ کا بہترین علاج ہے کیونکہ جس قدر آدمی زیادہ نماز پڑھے گا اسی قدر اس کا نفس مہذب ہوتا چلا جائے تہذیب یافتہ ہوتا جائے گا اور سنورتا جائے گا۔ اصلاح پذیر اور اصلاح یافتہ ہوجائے گا۔ اس نماز کے اندر خاصیت ہے کہ کجی اور ٹیڑھے پن کو دور کردیتی ہے۔

ہمارے حضرت سے کسی نے عرض کیا کہ بہت ہی اطمینان سے کوئی اگر مغرب کی دو رکعت سنت پڑھے خشوع اور خضوع کے ساتھ دل لگا کر اور استحضار کے ساتھ یہ زیادہ بہتر ہے یا سپاٹے (جلدی) کی دو رکعت سنت بھی پڑھے اور چھ رکعت اوابین بھی پڑھ لے۔ کون سی صورت بہتر ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا : دیکھو بھائی! سورتیں پڑھے چھوٹی چھوٹی اور نماز آٹھ رکعت پڑھے دو سنت اور چھ رکعت اوابین' پڑھے نفس زیادہ رکعات سے سیدھا ہوتا ہے۔ یہ خشوع کی جو کیفیت آپ بیان کررہے ہیں اس کا اہتمام آپ زیادہ سے زیادہ دو چار دن کریں گے۔ اور بعد میں پھر وہی دو رکعت سپاٹے کی پڑھ کر چلتے بنیں گے۔ لہذا نفس کو ڈھیل نہیں دینا چاہئے اس پر زیادہ سے زیادہ نماز کی رکعات کا بھار رکھنا چاہئے اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے حضرت تھانوی اپنے شیخ کو بہت لمبے چوڑے رکوع اور قیام کے ساتھ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ بس یہی دیکھا کہ چھوٹی سورتیں پڑھا کرتے

تھے اور رکعات زیادہ ہوتی تھیں۔ اور اس میں مصلحت یہی ہے کہ انسان کا نفس قابو میں آئے کا نماز سے گھبراتا ہے۔ نماز اس پر شاق گزرتی ہے۔ لیکن جو خاشعین ہیں جن کے اندر عاجزی ہے ان کے لئے نماز بھاری نہیں ہے۔

خشوع کا تعلق دل سے ہے اور خضوع کا تعلق انسان کے اعضاء سے ہے۔ یعنی اعضاء کا استعمال سنت کے مطابق ہو۔ قیام میں کیسے کھڑا ہوں رکوع کیسے کروں' ہاتھ کہاں کہاں ہوں' نظریں کہاں ہوں' یہ سب باتیں خضوع میں داخل ہیں۔ اور خشوع فعل قلب ہے یعنی دل کے اندر عاجزی ہو تواضع ہو یہ خیال ہو کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہوں۔ میرے سامنے کون ہے' میاں کیا کر رہا ہوں' اب میں قیام میں دست بستہ ہوں۔ اب میں رکوع میں ہوں۔ اب میں سجدے میں ہوں یہ سب خشوع میں داخل ہیں۔ جب خشوع اور عاجزی کی کیفیت بندے کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور نرمی پستی دل میں آجاتی ہے تو پھر نماز کے ساتھ خاص مناسبت ہو جاتی ہے۔

پھر ایسی مناسبت ہو جاتی ہے کہ ہمارے حضرت قاری فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی نے نابالغی کے زمانے کی بھی نمازیں پڑھیں حالانکہ نابالغی کے زمانہ کی نمازیں پڑھنے کا کوئی حکم نہیں' زیادہ سے زیادہ اس کا درجہ نفل کا ہے۔ تہجد' اشراق' اوابین' صلاۃ اللیل اور صلاۃ التسبیح کے ساتھ ساتھ نابالغی کے زمانے کی نمازیں پڑھیں۔ نمازیں زیادہ پڑھنے کا

شوق تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز کی اہمیت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّيْنِ۝

تفسیر آیت مبارکہ

توفیق الٰہی سے سورۂ توبہ کی آیت مبارکہ کی تلاوت کی گئی پہلے اس آیت کا مطلب سمجھ لیجئے' فرماتے ہیں : فان تابوا اگر یہ لوگ کفر سے توبہ کرلیں یعنی مسلمان ہوجائیں واقاموا الصلوۃ اور نماز قائم کریں یعنی اس اسلام کو ظاہر بھی کردیں' واتوا الزکوۃ اور زکوۃ دینے لگیں' فاخوانکم فی الدین وہ تمہارے دینی بھائی ہوجائیں گے اور پچھلا کیا ہوا سب معاف ہوجائے گا۔

نماز کی اہمیت و فضیلت

یہ آیت مبارکہ ان ملت کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام کو نقصان اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتے تھے لیکن توبہ لیتے پر اور نماز قائم کرنے پر اور زکوٰۃ ادا کرنے پر انکی قوم کو دینی بھائی قرار دیا گیا اور اس میں یہ بشارت دی گئی کہ ان کا پچھلا کیا کرایا سب معاف ہوجائے گا، اس آیت میں جو اہم بات ہے وہ نماز ہے اس کو اسلام کی پہچان قرار دیا گیا۔ نماز کو علامت اسلام بتلایا گیا یہاں تک کہ اگر کسی کافر کو کسی نے کلمہ پڑھتے ہوئے نہ سنا ہو، مگر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہو تو سب علماء کے نزدیک واجب ہے کہ اس کو مسلمان سمجھیں اور ایک آیت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جارہا ہے **وامر اھلک بالصلوۃ واصطبر علیھا** (اور آپ اپنے متعلقین کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کے تحت سے پابند رہئے) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہے تاکہ دوسرے سننے والے سمجھیں کہ جب آپ کو نماز معاف نہیں تو اوروں کو کیسے معاف ہوسکتی ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جیسے خود پابند رہنا ضروری ہے اسی طرح اپنے گھر والوں کو بھی نماز کی پابندی کرانا ضروری ہے، خود بھی نماز کا پابند ہو اور اپنے متعلقین اور اہل خانہ کو بھی نماز کی پابندی کرائے یہ تو مستقل فریضہ ہے اقامت صلوۃ یعنی نماز کا قائم کرنا اور عام مسلمانوں کو اس کی دعوت

دیتا

حدیث پاک میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دے کر فرمایا کہ بتلاؤ اگر کسی کے دروازے پر ایک نہر جاری ہو شفاف پانی کی اور اس میں وہ ہر روز پانچ بار غسل کیا کرے تو کیا اس کے بدن کا میل کچیل باقی رہ سکتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا! جی کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں رہے گا' آپ نے فرمایا : یہی حالت ہے پانچوں نمازوں کی کہ اللہ تعالی ان کے سبب گناہوں کو صاف کر دیتا ہے یہ نماز کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

البتہ اتنی بات ہے کہ ایک حدیث پاک میں ہے کہ نمازی اگر کبیرہ گناہوں سے بچے اور کبائر سے بچتے ہوئے نماز کا پابند رہے تو اس کے علاوہ جو بھول چوک ہو جاتی ہے دو نمازوں کے درمیان' وہ نماز کی پابندی سے اللہ تعالی معاف فرما دیتے ہیں' یہ بہت بڑی دولت ہے۔

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ بندے کے اور کفر کے درمیان بس ترک نماز کی کسر ہے جب ترک نماز کیا' نماز چھوڑ دی تو وہ کسر مٹ گئی اور کفر آگیا جا ہے بندے کے اندر نہ آئے لیکن بندے کے قریب تو آگیا' کفر سے دوری تو نہ رہی تو نماز چھوڑنے پر کتنی بڑی وعید ہے کہ ترک نماز بندے کو کفر کے قریب کر دیتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز نماز کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس پر محافظت کرے تو نماز قیامت کے روز اس

کے لئے روشنی اور دستاویز اور نجات ہوگی اور جو شخص اس پر محافظت نہ کرے تو وہ اس کے لئے نہ روشنی ہوگی نہ دستاویز نہ نجات اور وہ شخص قیامت کے دن قارون فرعون ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا یعنی جہنم میں اگرچہ ان کے ساتھ' توبہ توبہ' ہمیشہ کے لئے نہ رہے مگر کچھ عرصے کے لئے ہونا بھی بڑی خطرناک بات ہے' نماز بہت بڑا عمل ہے اگر صحیح معنی میں نماز پڑھنا ہمیں آجائے تو باطن کی بھی ساری منزلیں طے ہو جاتی ہیں' آج ہم اپنی نماز کے بارے میں جو ضروری مسائل ہیں وہ نہیں سیکھتے' بعض فضائل سے تو اعمال کی قیمت کا پتہ چلتا ہے اور ایک صحیح ذوق اور شوق کی کیفیت پیدا ہوتی ہے لیکن ان اعمال کی قیمت وہ فقہی مسائل سے ادا ہوتی ہے' تین سو کے قریب ایسے ضروری مسائل ہیں جن پر نمازی کی اکثر نظر رہنی چاہئے اگر زبانی یاد نہ ہوں تو مطالعہ میں تو رہیں کہیں نماز میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔

اکابر کا اہتمام نماز

آخر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ الحمدللہ اب آکر ایسا ہوا ہے کہ نماز صحیح طور پر پڑھ لیتا ہوں' یہ بڑوں کی باتیں ہیں اور ایک مرتبہ امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب

گنگوہیؒ نے حضرت حاجی صاحب کے فیضان کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ :
میرے حضرت کی ایک خاص برکت یہ ہے کہ میں صحیح طور پر نماز پڑھ لیتا ہوں' ابھی اکابر نے بڑی محنت کی ہے' بہت محنت کی ہے۔
سائیں توکل شاہ صاحب انبالوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی نماز سنانے کے لئے دیوبند حضرت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لائے جب کہ حضرت کا زمانہ طالب علمی تھا اور نماز سنانے کے بعد ان کو تسلی ہوئی' نماز کی درستی اور اصلاح کے لئے اس کے الفاظ کی درستی بھی ضروری ہے اور اس سے بڑھ کر اس کے مسائل کا جاننا بھی ضروری ہے' ہم نے حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا کہ اللہ تعالی نے ان کو نماز کا ایسا ذوق عطا فرمایا تھا انہوں نے نابالغی کے زمانے کی ساری نمازیں پڑھیں' حالانکہ یہ بات واجب اور ضروری نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی شخص پڑھے تو یہ نفل ہے' اور بالغ ہونے کے بعد جو نمازیں چھوٹی ہیں ان کی قضاء تو ہے ہی لازم اور بعض دیندار اللہ والی نیک خواتین کو دیکھا کہ تمام نفل نمازیں فرض نمازوں کے ساتھ ان کی جاری ہیں لیکن ساتھ میں ایک تشنگی کا اظہار دیکھئے کہ کہتی ہیں اور نماز ہو تو وہ بھی شاد ودوہ بھی پڑھ لیں' لیکن آج عام طور پر فرض نمازوں کی کوتاہی ہمارے سامنے ہے کلیجہ منہ کو آتا ہے' اس پورے ملک میں آپ دیکھیں کتنے مسلمان ہیں اور اس میں سے اندازہ کیجئے کہ کتنے فیصد نماز کے پابند ہیں' ایک فیصد کا بھی

حساب نہیں بنتا اس میں نمازیوں کی بھی کوتاہی ہے کہ وہ بھائی جو نماز نہیں پڑھتے ان کو حدود میں رہ کر نمازی بنانے کے لئے کوشش کرنی چاہئے' اور ان کو نماز کی دعوت دینی چاہئے' ترک نماز کے نقصانات اور وعیدیں ان کے سامنے بیان کرنی چاہئیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا رسالہ فضائل نماز بھی عجیب و غریب ہے' فضائل نماز میں حضرت شیخ کا یہ رسالہ فضائل نماز اور مسائل میں آئینہ نماز اور بہشتی زیور اور عماد الدین ایسی مستند کتابیں مطالعے میں رہنی چاہئیں۔

نماز علامت ایمان ہے

جگہ جگہ حدیثوں میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان جو ایک حد کی چیز ہے وہ نماز ہے' پس جس شخص نے نماز کو چھوڑ دیا وہ برتاؤ کے حق میں کافر ہوگیا یعنی ہم اس کے ساتھ کافروں کا برتاؤ کریں گے کیونکہ کوئی پہچان اسلام کی اس میں نہیں پائی جاتی کیا پہچان ہے؟ لباس ہمارا دیکھ لیجئے شکل و صورت دیکھ لیجئے ایک مسجد کی حاضری اور نمازیوں کو دیکھ لیجئے مسجد سے خارج کے حالات میں ہمیں دیکھ لیجئے اب تو ایسا لباس ہوگیا ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کے لباس کے

معیار پر کوئی پہچان نہیں رہی' اس وضع اور لباس کے اندر اصل پہچان تو پابندی صلوٰۃ کی ہے' حاضری مسجد کی ہے' ہندوستان میں چلے جائیے آپ کو اکثر لوگ پہچان میں نہیں آئیں گے سلام کرتے ہوئے جی گھبراتا ہے' اللہ تعالیٰ معاف فرمائے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کہیں ہم کسی غیر مسلم کو تو سلام نہیں کر بیٹھے' اس قدر ہندو اور مسلم کا لباس مشترک ہو گیا ہے' وہ بھی بے ریش ہے یہ بھی بے ریش ہے' وہ بھی ننگے سر ہے یہ بھی ننگے سر ہے' وہ بھی شرٹ اور پتلون کے اندر ہے یہ بھی شرٹ اور پتلون کے اندر ہے مسجد میں جا کر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر حاضری دینے والا کون شخص ہے وہ مسلمان ہے جی چاہتا ہے کہ اس کو سلام کرو لباس کے معیار پر ایک یکسانیت اختیار کر لی ہے کہ مسجد کے باہر اب یہ پہچان دشوار ہوتی جا رہی ہے کہ کون مسلمان ہے اور کون غیر مسلم' رشتے ناطے کی بات دوسری ہے محلے داری میں ہم سب جانتے ہیں کہ کون کس کا بیٹا ہے کون کس کا پوتا ہے یا نواسہ ہے مگر اچانک کسی ایسی بستی میں چلے جائیں جہاں آپ کا تعارف نہ ہوا اور آپ لوگوں کو خاندانی اعتبار سے نہ پہچانتے ہوں تو آپ مشکل میں پھنس جائیں گے لباس کی یکسانیت کو دیکھ کر کہ بھائی ان میں کون مسلمان ہے اور کون غیر مسلم ہے سوائے اس کے کہ مسجد میں پہنچ کر آپ کو معلوم ہو گا کہ ہاں بھئی یہاں حاضری دینے والے یہ بھائی مسلمان ہیں' ہمارے دینی بھائی اور اسلامی بھائی ہیں' اس سے یہ معلوم ہوا کہ ترک نماز بھی' نماز کا

چھوڑنا بھی ایک علامت ہے کفر کی گو کوئی دوسری اسلامی علامت ہونے سے ترک نماز کی وجہ سے کافر نہ سمجھیں گے مگر کفر کی سی علامت کا اختیار کرنا کیا تھوڑی بات ہے' توبہ! توبہ! بہت بری بات ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اپنی اولاد کو نماز کی تاکید کرو' تاکید کے معنی یہ ہیں کہ ڈانٹ کر پڑھواؤ ابھی مار ومت' جب کہ وہ سات برس کے ہو جائیں' اور فرمایا ان کو مارو نماز کے لئے جب کہ وہ دس برس کے ہو جائیں' اور روایات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ دو کام سات برس کی عمر میں ہیں اور دو کام دس برس کی عمر میں ہیں' سات برس کی عمر میں نماز کے لئے کہو اور نماز سکھاؤ' یا اس سے پہلے سکھا دو' اور دس برس کی عمر میں سختی کی ساتھ نماز کا پابند بناؤ اور حدیث میں آیا کہ ان کے بستروں کو جدا کر دو' والدین کے ذمہ جو اولاد کے حقوق ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اولاد کو نماز کا پابند بنایا جائے' شوہر کے ذمہ یہ بھی ہے کہ وہ بیوی کو نماز کا پابند بنائے مالک اور سیٹھ کے ذمہ یہ بھی ہے کہ اپنے ماتحت ملازمین کو نماز کی پابندی کرائے۔

حدیث شریف میں ایک واقعہ آتا ہے کہ قبیلہ خزاعہ کے دو آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئے پھر ان میں سے ایک شہید ہو گیا اور دوسرے نے ایک سال کے بعد موت طبعی سے وفات پائی' ایک صحابی ہیں طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ فرماتے ہیں کہ

میں نے بعد میں مرنے والے کو خواب میں دیکھا جو شہید کے ایک سال بعد فوت ہوا تھا کہ شہید سے پہلے جنت میں داخل کیا گیا' طلحہ بن عبید اللہ کو بہت تعجب ہوا کہ ایک سال کے بعد طبعی وفات ہوئی ہے اور شہید سے پہلے جنت میں داخل کیا گیا؟ نماز فجر کے بعد انہوں نے اپنا خواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : اس مرنے والے نے اس شہید کے بعد رمضان کے روزے نہیں رکھے! سال بھر تک اس نے ہزاروں رکعتیں نہیں پڑھیں! اگر صرف فرض اور واجب اور سنت مؤکدہ کو شمار کیا جائے تو ایک سال میں دس ہزار رکعت کے قریب بن جاتی ہیں' سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان نمازوں کی برکت سے ایک سال کے بعد فوت ہونے والا مسلمان شہید سے بڑھ گیا' یہ ہے پابندی نماز کی برکت کہ نماز کی برکت سے ایک سال کے بعد فوت ہونے والا صحابی اس شہید سے پہلے جنت میں گیا اور ایک روایت میں یہ الفاظ اور آئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نمازی اور شہید کے درجات میں اتنا فرق ہے کہ آسمان و زمین کے فاصلے سے بھی زیادہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز کی کثرت کو بھی بیان فرمایا' تو نماز ایسی چیز ٹھہری جس کی بدولت شہید سے بھی اونچا رتبہ مل جاتا ہے۔

اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ : جنت کی کنجی نماز ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
جس چیز کا بندے سے قیامت میں پہلے حساب ہو گا وہ نماز ہو گی" اگر نماز اس
کی پوری ہوئی اور ٹھیک ہوئی تو اس کے سارے اعمال ٹھیک اتریں گے
جتنی آپ نمازوں کو آباد رکھیں گے' دیگر اعمال میں بھی اتنی ہی کی آتی چلی
جائے گی اور جس قدر نماز کا اہتمام ہو گا تو دیگر اعمال میں بھی اسی قدر آپ
سے غفلت نہیں ہوگی۔

قضاء نمازوں کا اہتمام کیجئے

بہت سے نمازی بڑی عمر میں جا کر نماز کی پابندی کر لیتے ہیں' لیکن اگر
تھوڑی سی توجہ فرمائیں' کیونکہ ان کے نفع کی بات ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا
احسان ہے کہ وہ نمازی کے بجائے باسی کو بھی قبول فرما رہے ہیں' بالغ ہونے
کے بعد جو فرض نمازیں چھوٹی ہیں ان کی قضاء بھی پڑھ لے اور یہ ایسی کوئی
بڑی بات نہیں اگر آپ کی عمر بیس سال کی ہے تو پندرہ سال نابالغی کے اس
میں سے گھٹا دیجئے اب آپ اور کتنی چھوٹ چاہتے ہیں' اتنی چھوٹ تو آپ
کے ماں باپ بھی نہیں دیتے جتنی چھوٹ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے کہ
پندرہ سال تک آپ کو احکام کا مکلف نہیں بنایا' پندرہ سال ہونے پر یعنی
بالغ ہونے پر فریضہ نماز کو لازم کیا گیا ہے بالغ ہونے کے بعد میں جو نمازیں

چھوٹی ہیں ادا کی قضاء کریجئے تو ۱۰۰ میں سے مثلاً دیکھئے تو پانچ بچے اور پانچ سال میں جتنی نمازیں آپ نے ادا کی ہیں ان کو بھی بھرا کر دیجئے مثلاً تین سال کی آپ نے نمازیں پڑھی ہیں باقی رہ گئیں دو سال کی' بہت ہی آسان سی بات ہے کہ ہر ادا نماز کے ساتھ ایک قضاء نماز پڑھتے جائیے اور سنتوں اور نفلوں کے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے' فجر میں قضاء کے دو فرض پڑھ لیجئے' ظہر میں قضاء کے چار فرض پڑھ لیجئے' عصر میں قضا کے چار فرض پڑھ لیجئے' مغرب میں قضاء کے تین فرض پڑھ لیجئے عشاء میں قضاء کے چار فرض اور تین وتر پڑھ لیجئے یہ بیس رکعت ہو جاتی ہے چاہے ہر ادا نماز کے ساتھ ایک قضاء نماز پڑھ لیجئے یا پانچوں وقت کی کسی ایک وقت میں پڑھ لیجئے آسان سی بات ہے اور نیت یہ ہے کہ یا اللہ! جو میرے اوپر فجر کی نمازیں قضاء ہیں اس میں سے پہلی پڑھتا ہوں جو مغرب کی قضاء نمازیں ہیں اس میں سے پہلی پڑھتا ہوں جو نمازیں عشاء کی قضاء ہیں اس میں سے پہلی پڑھتا ہوں اور قضاء وتروں میں سے پہلے وتر پڑھتا ہوں یہی نیت آپ ہر نماز کے ساتھ کرتے چلے جائیں تو آپ کا معاملہ آخرت کا صاف ہو جائے گا اور اکابر نے فرمایا کہ اگر اس حالت میں موت آگئی اور ادا نمازوں کے ساتھ قضاء نمازوں کا حساب آپ نے شروع کر رکھا تھا' اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ باقی نمازیں معاف فرما دیں گے کیونکہ آپ کا ارادہ کل نمازیں پڑھنے کا تھا۔

بھائی ایسی گرفت نہ کراؤ کہ کسی شکنجے کے اندر جکڑ جاؤ آخرت کے جوتوں سے بچنے کا کچھ خیال کرو' قضاء نمازوں کا بوجھ ہے' اشراق پڑھ رہے ہیں چاشت پڑھ رہے ہیں اوابین پڑھ رہے ہیں نماز تسبیح پڑھ رہے ہیں' یہ مطلب نہیں ہے کہ ثواب نہیں ملے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مطالبہ نہیں ہوگا مطالبہ آپ سے یہ ہے کہ بالغ ہونے کے بعد جو آپ کے اوپر بوجھ ہے اس کو ادا کیجئے' ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ نفل نمازوں میں وہ آدمی جس پر قضاء نمازوں کا بوجھ ہے تہجد کے علاوہ باقی تمام نفل نمازیں چھوڑ دے اور ان اوقات میں قضاء نمازوں کا اہتمام رکھے' اگر دو سال کی قضاء نمازیں ہیں اور ایک دن کی قضاء نمازیں روزانہ آپ پڑھیں گے تو دو سال میں پوری ہو جائیں گی' دو دن کی پڑھیں گے تو ایک سال میں اور چار دن کی پڑھیں گے تو چھ مہینے میں پوری ہو جائیں گی بھئی اس قرض کو ادا کیجئے اور یہ کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے بہت آسان سی بات ہے آپ پختہ ارادہ کرکے ہر ادا کے ساتھ ایک قضاء نماز کا اہتمام شروع کر دیجئے ان شاء اللہ آپ کے ارادے پر ان کا فضل ہو جائے گا۔

اکثر روزے لوگوں کے پورے ہوتے ہیں اگر کوئی روزہ چھوٹتا ہے تو قضاء اس کی کر لیجئے اور روزے کون سے سال بھر کے ہوتے ہیں' سال میں ایک مہینے کے ہوتے ہیں' اگر کوئی روزہ رمضان کا' ماہ رمضان میں قصداً توڑا ہے تو اس کا کتنا بڑا درجہ دیکھئے یہ دو باتیں ہو گئیں آخرت کے مواخذے

اور عذاب سے بچنے کیلئے۔

مالی حقوق کی ادائیگی کی اہمیت

اور بھی تیسری بات یہ کہ اگر کسی کا مالی حق ہے ادا کر دیجئے یا معاف کرا لیجئے ورنہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ تین پیسے کے بدلے سات سو مقبول نمازیں دے دی جائیں گی' یہ ہم میں کوئی اس کا دعویدار کہ میرے پاس جو بھی نماز ہے وہ مقبول ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسند ہوگی ہے بھی جیسا بھی ذخیرہ ہے اللہ پاک قبول فرمائے لیکن مالی حقوق کا مسئلہ صاف ہونا چاہئے' کیونکہ حج کرنے سے قرض معاف نہیں ہوتا' شہید ہونے سے قرض معاف نہیں ہوتا اور تین پیسے کے بدلے سات سو مقبول نمازیں' الہی توبہ! اتنی توبہ کون دے گا بھی' کیوں نہ مالی حقوق ادا کر دیئے جائیں مردانہ شان یہی ہے کہ ادا کر دے اگر کچھ کمزوری ہے' معافی مانگ لے یہ معافی مانگنا آخرت کی رسوائی سے بہتر ہے ادا نمازوں کا اہتمام کیجئے' بالغ ہونے کے بعد جو نمازیں چھوٹی ہیں ان کی قضاء کا اہتمام کیجئے اور اگر ماہ رمضان کے فرض روزے چھوٹے ہیں تو ان کی قضاء رکھ لیجئے بہت آسان عمل ہے' مالی حقوق ادا کر دیجئے' یا معاف کرا لیجئے' اور زیادہ تر گرفت تین باتوں پر ہی ہوتی ہے' نماز کی وجہ سے یا روزوں کی وجہ سے یا مالی حقوق کی وجہ سے ان تینوں کا

حساب صاف کر لیجئے' انشاء اللہ تم انشاء اللہ جب دنیا سے رخصتی ہوگی تو ایمان والی ہوگی اور جب تک دنیا میں رہیں گے تو وہ زندگی اسلامی زندگی ہوگی اور آخرت کے عذاب سے بھی بچا ہوگا بفضلہ تعالیٰ۔

اور یعنی نماز مردوں کیلئے تو یہی ہے جب تک کوئی عذر نہ ہو تو قریب کی مسجد میں ان کو حاضر ہونا چاہئے اور جماعت کی پابندی کرنی چاہئے نماز باجماعت اصل تو یہ ہے اقامت صلوٰۃ ہاں عذر ہو تو دوسری بات ہے کیونکہ معذور کے احکام جدا ہیں جسے افسوس کی بات ہے کہ لوگ نمازیں قضاء کرتے ہیں مستقلاً نماز کے قضاء کرنے کی عادت بہت ہی بری ہے' آدمی کے رزق میں تنگی ہو جاتی ہے' روزی سے محروم ہو جاتا ہے' صبح نماز فجر کے لئے اٹھنا یہ بہت پسندیدہ عمل ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے جو آدمی عشاء کی نماز باجماعت پڑھ لے تو رات کی کامل عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور جو فجر کی نماز باجماعت ادا کرے تو پوری رات کی عبادت کا ثواب اللہ پاک اس کو عطا فرماتے ہیں' دیکھئے رات ایک ہے لیکن ثواب عشاء اور فجر باجماعت ادا کرنے پر ڈیڑھ رات کا دیا جا رہا ہے ڈیڑھ رات کی عبادت کا دیا جا رہا ہے اور مسلمان کی ترقی اور مسلمان کا عروج' کامل نماز کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے' الصلوٰۃ معراج المومنین نماز اہل ایمان کی

معراج ہے' اہل ایمان کے لئے زیادہ سے زیادہ ترقی اور عروج و کمال اگر رکھا گیا ہے تو نماز کی پابندی میں رکھا گیا ہے' اللہ تعالیٰ کل مسلمانوں کو انتہائی اہتمام کے ساتھ پابندی وقت کے ساتھ نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم
شکر حقیقی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ

عَافِیَتِکَ وَفُجَاءَۃِ نِقْمَتِکَ وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ (الحدیث)

توفیق الٰہی اپنے حضرت کی برکت سے آج کی ملاقات میں ایک مسنون دعا کی توفیق ملی۔ قرآن مجید میں یوں بتلایا ہے کہ شکرگزار بندے کم ہیں۔ شاکرین کم ہیں اور یہ دو چیزیں عجیب ہیں کہ ان دونوں سے مومن کا ایمان کامل اور مکمل ہوجاتا ہے ایک صبر اور دوسرے شکر۔

تکمیل ایمان کے دو گُر

ایک حدیث میں صبر کو بھی نصف ایمان فرمایا اور شکر کو بھی نصف ایمان فرمایا گیا ہے۔ میرے حضرت فرماتے تھے کہ صبر اپنا خلق ہے کہ اس

کی ضرورت ہر تنگی میں ہے اور بلکہ ہر مقام میں ہے۔ کوئی کام اس کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ صبر کی ضرورت شکر میں بھی ہے۔ یہ اپنی جگہ بے حد ضروری ہے اور غیر متوقع طور پر نہیں بلکہ متوقع طور پر ہے انسان کو زندگی میں کبھی کبھار بلکہ روزانہ اور روزانہ بھی کئی بار ناگوار واقعوں سے واسطہ پڑ سکتا ہے۔ اور ناگوار یاں پیش آنا تکوینی طور پر عجیب نعمت ہے۔ اگر بندے کے مزاج کے مطابق ہر چیز ہو جائے (من مانی جیسے اس کا جی چاہے ویسا ہوا کرے) تو رعونت اس کے اندر پیدا ہو جائے گی تکبر اس کے اندر آجائے گا۔ اور اس کا نفس بے قابو ہو جائے گا' پھول جائے گا' بچوں کی طرف سے ناگواری پیش آئی ہوئی ہے دل کھٹا ہو گیا۔ بیوی کی طرف سے ناگواری پیش آئی دل کھٹا ہو گیا بھائیوں کی طرف سے ناگواری پیش آئی دل کھٹا ہو گیا' والدین کی طرف سے بھی بعض دفعہ ناگواری پیش آجاتی ہے گو ان کا رتبہ سب سے زیادہ ہے لیکن دل کھٹا ہو گیا۔ ماتحت لوگوں کی طرف سے ناگواری پیش آئی دل کھٹا ہو گیے۔ شاگردوں کی طرف سے ناگواری پیش آئی دل کھٹا ہو گیا۔ مریدین کی طرف سے ناگواری پیش آئی دل کھٹا ہو گیا۔ سبحان اللہ! شکستگی آئی ہے آثار عبدیت کے شروع ہو گئے۔ یہاں سے بھی کھٹا وہاں سے بھی کھٹا۔

ابا جی حضرت شیخ الامت فرمایا کرتے تھے سب جگہ سے کھٹا ہو جائے بس ان سے میٹھا رہے' ان سے میٹھا رہے' حیرت اگر آپ کی من چاہی ہوا کرے تو پھر

نفس اُبکا پھول جائیگا اپنے کو کچھ سمجھنے لگے گا اور یہ بات بڑی خطرناک ہوگی۔ نفس اپنے کو کچھ سمجھنے لگے یہ بات بڑی مہلک ہوگی تباہ و برباد کر دینے والی ہوگی توبہ توبہ! ایسے لمحات سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے کہ ہم نفس کی گرفت میں آجائیں توبہ توبہ! نفس کی باتوں میں آجائیں توبہ توبہ!

شکر کا درجہ صبر سے زیادہ ہے

حضرت فرمایا کرتے تھے مومن کے لئے دو دن، غم کا دن ہے جس میں وہ اپنے کو کچھ سمجھتا ہے وہ دن ماتم کا دن ہے۔ صبر کی ضرورت سب جگہ ہے حتٰی کہ شکر میں بھی لیکن فیصلہ یہ ہے کہ "شاکرین کا درجہ صابرین سے زیادہ ہے" اس کو قرآن مجید نے یہ فرمایا کہ شکر کرنے والے بندے کم ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ منہاج العابدین کے اندر اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں کہ شاکرین کا درجہ صابرین سے زیادہ ہے۔

ابا جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ شکر فرض ہے یہ حضرت کے الفاظ ہیں "فرض ہے" اور شکر پر ذات باری تعالیٰ نے نعمت میں ترقی کا اور نعمت میں افزونی کا وعدہ فرمایا ہے۔ شکر خود پسندی اور عجب کا تریاق ہے خود پسندی اور عجب کو کاٹنے والا ہے یہی وجہ ہے کہ عجب کا سب سے موثر علاج سب سے بہترین علاج شکر محض قرار دیا گیا ہے شکر محض۔

شکر بہت بڑی چیز ہے بھی بھی حضرت فرمایا کرتے تھے مومن کو ہر وقت شکر کی شکر چاہیے شکر کی شکر چاہیے سبحان اللہ! کیسی عجیب بات ہے شکر کے بہت فائدے ہیں۔ شاکرین کا بڑا درجہ ہے۔

عملی شکر

میرے حضرت فرماتے تھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ ہمیں آپ شاکرین میں سے کر دیجئے' نعمت کے قدر والوں میں سے کر دیجئے۔ شاکر نعمت کے قدر دان کو کہتے ہیں۔ خالی زبان سے نعمت کی تعریف کرنا ہے' نہیں بلکہ اس نعمت کا استعمال نعمت عطا فرمانے والی ذات عالی کی منشاء کے مطابق کرے۔

شاکر کو ذات باری تعالیٰ شکر کی برکت سے معرفت بھی بہت عطا فرماتے ہیں۔ اب شکر کس کس طریقے سے ہو ایک تو زبان سے' دوسرے عمل سے' ایک شکر قول سے ہو ایک شکر عمل سے ہو اور ایک شکر حال سے ہو۔ اس کا حال یہ بھی ثابت کرے کہ یہ شاکرین میں سے ہے۔ ایک ایک نعمت کا قدر دان ہو۔ نعمت ملبوسات کا بھی قدر دان ہو' نعمت نشست کا بھی قدر دان ہو' نعمت رہائش کا بھی قدر دان ہو' نعمت اولاد کا بھی قدر دان ہو' نعمت والدین کا بھی قدر دان ہو' نعمت زوجہ (بیوی) کا بھی قدر دان ہو' یہ

بھی نعمت ہے اس کا بھی قدردان ہو۔ ہر نعمت کا قدردان ہو اور قدردانی
کے اندر لگا ہوا ہو تو معلوم ہوا کہ شکر قولی کی بھی ضرورت ہے، شکر عملی کی
بھی ضرورت ہے اور شکر جانی ہونا چاہئے۔ جان سے بھی ثابت ہو کہ
شاکرین میں سے ہے۔

وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا

یا اللہ! شاکرین میں سے کر دیجئے۔ شاکرین میں سے کر دیجئے اور
نعمت کے قابل بنا دیجئے۔ اپنی نعمت پر ہمیں شکر گزار بنا دیجئے، شکر کرنے والا
بنا دیجئے اور نعمت کے قابل نہیں ہیں ہم اس کے قابل بنا دیجئے۔ **وَاَتِمَّهَا
عَلَيْنَا** اور نعمت کو پورا فرما دیجئے نعمت کو پورا فرما دیجئے، یہ ہمارے اللہ کہ
نعمت کو پورا فرما دیجئے، دراصل اتمام نعمت کا سوال ہے کمال نعمت کا سوال
ہے اور کمال کی نہایت نہیں۔ میری نعمت کو بڑھاتے ہی چلے جائیں۔ نعمت
ہمیشہ بڑھتی ہی رہے نعمت کے بڑھنے کو قرار نہ آئے۔

اور بھی شکر کی ایک صورت اور بھی ہے شکر کی ایک صورت یہ ہے
کہ نعمت کے سلب ہونے کا خطرہ لگا رہے۔ نعمت کے سلب ہونے کا خطرہ لگا
رہے یہ بھی شکر کی ایک قسم ہے اسی کے بارے میں مجھے عرض کرنا ہے کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی بھی دعائیں استعاذہ کی سکھائی ہیں،
یعنی پناہ مانگنے کی، دراصل یہ دعائیں حفاظت کی دعائیں ہیں۔ جب بندہ
ذات باری تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہے تو ان کی حفاظت میں آجاتا ہے اور ان

کی حفاظت کے بغیر کوئی حفاظت نہیں ہے۔

یہ آپ دل و دماغ میں بٹھا لیجئے' ان کی حفاظت کے بغیر کوئی حفاظت نہیں۔ بعض اسباب ہیں ظاہر حفاظت کے' ان کو اختیار کرنا چاہئے۔ اور وہ بھی سنت سمجھ کر کہ ہمیں اس کا حکم دیا گیا ہے لیکن ان پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ حفاظت کے اسباب اختیار کرنا یہ عبدیت کی بات ہے لیکن ان پر اعتماد نہ کرے۔ اعتماد انہیں کی حفاظت پر کرے۔ تو سلب نعمت کا جو خطرہ ہے یہ بھی شکر ہے۔ اور اس سے انسان اعجاب نفس سے "اپنے نفس کی خود پسندی سے" بچا رہتا ہے۔ کہیں نعمت چھن نہ جائے' سلب نہ ہو جائے' اس میں کمی واقع نہ ہو جائے' کسی مشکل میں نہ پڑ جائے' تو یہ فیصلہ ہے علمائے اخلاق اور آئمہ طریق کا۔

صاف لکھا ہے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے کہ زوال نعمت کا خطرہ لگا رہنا عین شکر ہے' زوال نعمت' سلب نعمت' قلت نعمت کا خطرہ جو ہے یہ عین شکر ہے۔ اور ایسا شکر ہے کہ انسان ناز میں نہیں آتا' نیاز مند رہتا ہے' اپنے آپ کو مٹائے رہتا ہے۔ خاکساریت' انکساریت' افتقاریت' فقیریت اس کا حال بن جاتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زوال نعمت سے پناہ مانگنے کی تعلیم ہمیں عطا فرمائی ہے' اگر خطرہ لگا ہوا ہے زوال نعمت کا جب پناہ مانگ لوگے تو ان کی حفاظت میں آجاؤ گے اور یہ پناہ مانگنا یہ اعمال ماثورہ سے ہے۔

ان اعمال میں سے جن کے کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے' بجائے یہ کہ کیا ہوگا؟ حالات کیسے چل رہے ہیں؟ کیا ہوگا؟ جو اللہ چاہیں گے وہ ہوگا' یہ کرنا چاہئے؟ ہمارا مانگنی چاہئے' کیا ہوگا؟ جو اللہ چاہیں گے وہ ہوگا' کیا کرنا چاہئے؟ ہمارا مانگنی چاہئے۔

ایک دفعہ ہمارے ملک کے حالات بہت خراب ہوگئے' میں ابا جی کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ کیا آپ ہمیں نقل مکانی کا مشورہ دیں گے' سبحان اللہ' "قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید" قلندر جو بات بیان کرتا ہے وہ دیکھ کر بیان کرتا ہے سن کر بیان نہیں کرتا۔ فرمایا کہ ابھی ابھی طاعون کے بارے میں حدیث میں پڑھا ہے کہ جہاں پر طاعون پھیل جائے تو طاعون زدہ علاقے سے نقل مکانی نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ طاعون زدہ علاقے میں بیرونی آدمی کو بھی جا کر نہیں رہنا چاہئے۔ لہٰذا اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پاکستان کے بگڑتے ہوئے حالات میں آپ حضرات کو اپنی جگہ پر رہنا چاہئے اور نقل مکانی نہیں کرنا چاہئے۔ دوسری جگہ نہیں جانا چاہئے' کیا عجیب فیصلہ فرمایا اور حضرت حدیث شریف کے بہت بڑے محدث تھے' اپنے کو چھپائے ہوئے تھے مفسر بھی تھے' بہت بڑے فقیہ اور مفتی بھی تھے۔ عشرہ قراءت کے قاری بھی تھے۔ سہارن پور کے قریب ایک مدرسہ ہے وہاں فن قراءت کا نصاب پورا کیا تھا۔ ہر چیز چھپائے ہوئے تھے سبحان اللہ! کیسی عجیب بات فرمائی کہ ملکی حالات بگڑے ہوئے

حالات میں نقل مکانی کی اجازت نہیں۔ تو فرمایا کہ سوائے پریشانی کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ طاعون سے بچو کر تو کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔

میرے دادا مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ کسی زمانے میں ہندوستان میں یہ طاعون کی بیماری ایسی پھیلی تھی کہ جنازے لے کر جا رہے ہیں ابھی قبرستان نہیں پہنچے پیچھے سے خبر آئی تھی کہ جلدی کرنا ایک اور فوت ہو چکا ہے۔ دوڑے دوڑے دوسرے کو لینے کے لئے آئے ابھی دوسرے کا غسل بھی پورا نہیں ہوا کہ تیسرا فوت ہو گیا۔ ایک ایک گھرانے سے ایک ایک گلی سے ایک ایک محلے سے دادا فرمایا کرتے تھے آٹھ آٹھ جنازے ایک دن میں اٹھے ہیں اور اس قدر طاعون پھیلا کہ حضرت مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر رسول کی کثرت فرما دی۔ اس زمانے میں جو وعظ فرماتے تھے کتاب پڑھ کر سناتے تھے۔ ایسے مضامین سیرت کے بیان کرتے تھے کہ جس کے سننے سے اور پڑھنے سے درود شریف کی کثرت ہو۔ اور آپ نے فرمایا کہ جا بجا بخاری شریف کے ختم کئے جائیں۔ اور درود شریف کی کثرت کی جائے کہ اللہ نے حضرت کے دل میں ایک بات ڈالی کہ سیرت کے موضوع پر آپ کتاب تصنیف کیجئے۔ تو نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب آپ نے تصنیف فرمائی اور اس کی عجیب برکت دیکھی کہ حضرت لکھ رہے تھے اور وہ تصنیف جاری تھی کہ طاعون کی اموات کی خبریں بند ہو گئیں۔ بیچ میں ایک دن ناغہ ہو گیا یا دو دن کا ناغہ ہوا دونوں طرف سے اموات طاعون

کی خبریں آنے لگیں پھر حضرت نے تہیہ کیا کہ اس وقت تک اس تصنیف کو جاری رکھوں گا جب تک کہ بالکلیہ ہندوستان سے طاعون ختم نہ ہو جائے۔ جب بالکل ہندوستان سے طاعون ختم ہو گیا تب آپ نے اپنی اس مبارک تصنیف کی تکمیل فرمائی۔ "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" تو طاعون سے بڑھ کر کونسی پریشانی ہوگی۔

تو حضرت والا نے فرمایا طاعون زدہ علاقہ جو ہوتا ہے انتہائی خطرناک علاقہ ہوتا ہے اور وہاں سے نقل مکانی کی اجازت نہیں دی۔ یہ بات جو ہمارے لئے راہنمائی اور جس سے ہمیں رہنمائی حاصل ہوئی آپ کے لئے بھی راہنما ہے آپ کے لئے بھی باعث قرار و اطمینان ہے' باعث تسلی ہے اگر یہ طاعون زدہ علاقہ ہے تو پریشان ہونے کی بات نہیں ہے اس میں نقل مکانی کی اجازت نہیں۔ ہر مسلمان اپنی جگہ جما رہے ڈٹا رہے استقامت کے ساتھ اور استقامت پر ذات باری تعالیٰ کی مدد کا وعدہ ہے۔

تو عزیزان من! زوالِ نعمت' سلبِ نعمت' قلتِ نعمت' رفتِ نعمت' یہ خطرات اگر لگے رہے تو بہت اچھی بات ہے جی! یہ تو عین شکر ہے انسان عجب سے بچا رہے گا۔ خود پسندی سے بچا رہے گا میاں وہ بندہ بننے کے لئے آیا ہے بندہ غلام کو کہتے ہیں۔ بندہ بننے کے لئے آیا ہے یا خدا بننے کے لئے آیا ہے؟ بندہ بننے کے لئے آیا ہے اور بندے کے اندر بندہ پن ہونا چاہئے" بندے کے اندر بندہ پن ہونا چاہئے' یہ غلام ہے اور غلام سے غلامیت کا ہر

ہونی چاہیے۔ اترانا پن کیسا؟ بندے میں بندہ پن ہو، کہ اترانا پن توبہ توبہ!

ہمارے پاکستان میں کہا کرتے ہیں جب آدمی نیا نیا مالدار ہوتا ہے، نیا دولتی ہے، دیکھو کتنا اترا رہا ہے، نیا دولتی ہے دیکھو کتنا اترا رہا ہے، اترانا کیسا؟ بندے کی اپنی خاصیت ہے بندہ پن، غلام کی خاصیت ہے غلامیت، بندے سے بندہ پن ظاہر ہونا چاہیے، اس کا خطرہ لگا رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نعمت چھن جائے، ضائع ہو جائے، نعمت پر زوال آجائے، نعمت کم ہوجائے، نعمت تو بڑھنی چاہیے ناں! نعمت میں تو افزونی ہونی چاہیے، ترقی ہونی چاہیے، قربان جایئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ ہمیں کیسی پاکیزہ تعلیم دے گئے کہ بارگاہ خداوندی میں تم اللہ کے ہو اور اللہ تمہارا ہے۔ جب اَللّٰھُمَّ کہا تو تعلق مع اللہ کی دولت حاصل ہوگئی۔

میرے حضرت فرمایا کرتے تھے جب رَبَّنَا کہا تربیت کی درخواست پیش کردی، منظور کرانی، اَللّٰھُمَّ کہا اللہ میاں نے گود میں لے لیا۔ یہ محبت کی باتیں ہیں۔ وہ ان چیزوں سے مبرا ہیں لیکن محبت کی زبان کچھ اور ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ آپ نے تکلیف کی، لمبا سفر، لمبا خرچ، کیوں کرم نوازی فرمائی بندے نے عرض کیا: آپ کی محبت کے ہاتھوں نے مجبور کردیا، یہ مقولہ ہے اردو کا "محبت کے ہاتھوں نے مجبور کردیا" مسکرائے کہ یہ زبان بھی خوب زبان ہے کہ اس کا جواب نہیں دیا جاسکتا کہ محبت کے بھی ہاتھ ہوتے ہیں۔

اللّٰھم کہا آپ اللہ سے چمٹ گئے، تعلق مع اللہ حاصل ہو گیا۔ ربّنا کہا تربیت کی درخواست منظور کرالی۔ اللّٰھم کہا تعلق باللہ، تعلق مع اللہ حاصل ہو گیا اِنّی اَعُوذُبِکَ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ وہ خاص حفاظت جس میں کوئی خطرہ نہیں ہے وہ چاہتا ہوں۔ وہ خاص حفاظت جس میں کوئی خطرہ نہیں ہے وہ چاہتا ہوں۔ بندہ سے یہ بات عرض کررہا ہے اے میرے اللہ! میں وہ خاص حفاظت جس میں کوئی خطرہ نہیں ہے وہ چاہتا ہوں۔ ارے کس بات سے بھائی؟ بتاؤ تو سہی! زَوَالِ نِعْمَتِکَ سبحان اللہ! اور نعمت کا انتساب بھی انہی کی طرف کیا نعمت دینے والے کی طرف کیا (کیسی بات سکھلائی ہے) نِعْمَتِکَ آپ نے جو نعمت دی ہے کہیں میرے کرتوت ایسے نہ ہو جائیں کہ اس میں زوال آجائے۔ یہ مطلب ہے "اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں" کیا مطلب! میں ایسی حفاظت چاہتا ہوں جس میں کوئی خطرہ نہ ہو۔ اس کو پناہ کہتے ہیں۔ ارے بھائی! بتاؤ تو سہی! کیا چاہتے ہو؟ زَوَالِ نِعْمَتِکَ آپ کی نعمت میں کہیں میرے کرتوتوں کی وجہ سے، میری بدکاری کی وجہ سے، میرے معاصی کی وجہ سے زوال نہ آجائے۔

بھئی دیکھئے! یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جو دینے پر قادر ہے وہ چھیننے پر بھی قادر ہے۔ اور قرآن مجید میں صدہا واقعات ہیں اور یہاں تک کہ احسانات کرتے کرتے بالآخر احسان جتلایا یبنی اسرائیل اذکروا نعمتی دیکھئے! احسانات کو جتلانا پڑا ان کی ناقرانیوں کے سبب ورنہ احسان کو

جتلایا نہیں جاتا۔ احسان کو جتلانا نہیں چاہیے۔ جب نافرمانی حد سے زیادہ ہوجاتی ہے تو پھر محسن مجبور ہوتا ہے عنایات جتلانے پر اور جو محسن مجبور ہوجائے عنایات کے جتلانے پر یہ سمجھ لیجئے کہ نافرمانی بڑے درجے کی ہوئی ہے اللہ اکبر!

تعلق مع اللہ حاصل ہوگیا مالک الملک حاصل ہوگیا۔ اب کہہ رہے انی اعوذبک' اعوذبک میں تو آپ کی پناہ چاہتا ہوں بک میں تو آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ مطلب یہ کہ ایسی حفاظت چاہتا ہوں جو بے خطر ہو ارے بھئی! کاہے سے بچاؤ تو سہی؟ **زَوَالِ نِعْمَتِکَ** اچھا! ہم نے حفاظت تمہیں عطا کردی۔

میں کچھ اور بھی عرض کرنا چاہتا ہوں **وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ** ایسا نہ ہو کہ جو آپ نے چین و قرار، چین و سکون مجھے دے رکھا ہے یہ کہیں پلٹ نہ جائے، واپس نہ چلا جائے، لوٹ نہ جائے، اگر عافیت لوٹ گئی تو پھر میں کیا کروں گا، عجیب و غریب آپ کی تعلیمات ہیں۔ واللہ! آپ کی دعائیں عجیب و غریب تعلیمات ہیں سبحان اللہ! سبحان اللہ! ایسا نہ ہو کہ عافیت لوٹ کر چلی جائے تو جس طرح آپ نے زوال نعمت سے بچایا ہے تو اس سے بھی بچا لیجئے۔ اسی میں لے لیجئے۔ انہوں نے کہا اچھا ہم نے اسے بھی لے لیا۔ عافیت تمہاری برقرار رہے گی اجی! عافیت تو برقرار رہے گی۔

میں ایک بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں **وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِکَ** ایسا نہ ہو کہ

میں کسی ناگہانی مصیبت میں پھنس جاؤں' ناگہانی مصیبت میں پھنس جاؤں
توبہ توبہ!

ایک آدمی کو پکڑ کر لے گئے' جیل میں ڈال دیا' چودہ سال
ہوگئے۔ نہ ایف آئی آر کٹی' نہ کوئی رپٹ نہ کوئی پرچہ نہ عدالت میں حاضری
نہ پیشی' اور وہ جیل میں آنے والے ہر افسر سے کہہ رہا ہے میرے بارے
میں کچھ کہو سنو' مجھے یہاں لا کر ڈال دیا ہے ایک سال' دو سال' تین سال'
پانچ سال' دس سال' چودہ سال کے بعد چھانٹی ہوئی کہ جیل میں کون کون
آدمی ہے؟ دیکھا تو اس کی فائل نہیں تھی' کلرک ملا کہ بھاگ بھی! اس نے
کہا کہ یہی کہتے کہتے میرے بال سفید ہوگئے عمر بیت گئی' چودہ سال ہوگئے'
فُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ یہ ہے ناگہانی مصیبت توبہ توبہ! یا اللہ ایسے واقعات سے
ایسے حالات سے مجھے بچائیے' مجھے بچا لیجئے' وہ جو آپ نے حفاظت الٰہی عطا
فرمائی ہے جو بے خطر ہے وہاں اس طرف سے بھی حفاظت میں ہی لے لیجئے۔
ابھی بس نہیں' ایک اور پتے کی بات وَجَمِيعِ سَخَطِكَ یا اللہ آپ کی خفگی
اور آپ کی ناراضگی کسی بھی عنوان سے ہو اس سے بھی میں آپ کی
حفاظت چاہتا ہوں آپ کی پناہ چاہتا ہوں آپ مجھ سے کسی بھی عنوان سے
ناراض اور خفا کبھی بھی نہ ہوں۔ دیکھا یہ ہے شکر حقیقی کی تعلیم' اس لئے
امام غزالی فرماتے ہیں زَوَالِ نِعْمَتِكَ سبب نعمت کا خطرہ عین شکر ہے عین شکر
ہے۔ اور اس میں معالجہ ہے عجب کا' خود پسندی کا۔

خود پسندی بہت خطرناک چیز ہے۔ انسان کہیں کا نہیں رہتا خود پسندی کے اندر خدا سے دوری ہو جاتی ہے۔ ایک حدیث پہلے بھی سنا چکا ہوں بھی سخت ہوتا ہے ارشاد فرماتے ہیں اور بھی کتنا ہوتا ہے اب گننے کے لئے سن لیجئے' فرمایا ایک ساعت کی خود پسندی ستر سال کی عبادت کا بیڑا غرق کر دیتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ یا اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میرے کرتوتوں کی بنا پر نعمت میں آپ کی نعمت میں زوال آئے توبہ توبہ! اور پھر آپ کی عافیت واپس چلی جائے توبہ توبہ! اور کوئی ناگہانی مصیبت آپ کی طرف سے میرے پیچھے لگ جائے توبہ توبہ! میں پناہ چاہتا ہوں میں پناہ چاہتا ہوں ایسی حفاظت چاہتا ہوں جو بے خطر ہو۔

وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ تمام مسائل کا حل اس کے اندر آگیا **وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ** آپ کبھی بھی کسی عنوان سے نہ مجھ سے ناراض ہوں گے نہ خفا ہوں گے۔ ہمیشہ مجھ سے راضی رہیں گے۔ تو بھئی! شکر حقیقی کی ضرورت ہے شکر تریاق ہے عجب کا شکر تریاق ہے عجب کا' شکر کی بے حد ضرورت ہے' مومن ہر وقت شاکر شخص ہو اس کی بے حد ضرورت ہے۔ انشاء اللہ ہماری ترقی شکر کے ساتھ ہے۔ نعمتوں کی حفاظت شکر کے ساتھ ہے۔ عجب سے حفاظت شکر کے ساتھ ہے۔ معاہدہ ہے **لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْالِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ**" شکر کرو میرا' شکر کرو میرا' ناشکری مت کرو'

اُشْكُرُوالِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ہاں شکر کرو میرا یعنی شکر کرو۔ نعمت کی قدر دانی کرو۔ سب سے زیادہ شکر کس پر کیجئے' یہ بھی ہمیں جتلایا گیا ہے ایمان موجودہ اور ایمان حاصلہ پر۔

مجدد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ خاتمہ بالایمان کا کامیاب نسخہ بتلایئے آپ نے فرمایا ایمان موجودہ' ایمان حاصلہ پر شکر کرتے رہو۔ ایمان بڑھتا رہے گا' ایمان بڑھتا رہے گا' یعنی رخصتی کے وقت زندگی بھر سے زیادہ ایمان ہو گا' فرمایا خاتمہ بالخیر کے اعظم اسباب میں سے ہے کہ ایمان موجودہ اور حاصلہ پر شکر کرتے رہنا' کرتے رہنا کرتے رہنا۔ سب سے زیادہ شکر ایمان پر کیجئے۔ سب سے بڑی نعمت ایمان ہے' جو ذات باری تعالیٰ نے بلا استحقاق عطا فرمائی۔ ہم کوئی حق دار تھے اس بات کے کہ ہمیں انسان بنایا جاتا۔ ہم اس بات کے حق دار تھے کہ ہمیں مومن بنایا جاتا کیا ہم اس بات کے حقدار اور مستحق تھے کہ ہمیں آپ کا امتی بنایا جاتا' کتنا فضل فرمایا کہ ایمان عطا فرمایا باوجود اس کے کہ فتنے کا دور ہے۔

ہمارے اکابر نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہاتھ پر انگارہ رکھنا آسان ہو گا اور دین پر چلنا مشکل ہو جائے گا' ابھی وہ وقت نہیں آیا اندازہ فرمایئے۔

سب سے بڑی دولت کیا ہے' ایمان جو سب سے بڑی نعمت و دولت ہے سب سے زیادہ اس پر شکر کی ضرورت ہے کوئی ایسا کام نہ کیجئے کوئی ایسا گناہ

نہ کیجئے۔ ظاہری یا باطنی جس کی نحوست اور ظلم کی بناء پر ایمان آپ کا ضائع ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمانوں کی حفاظت فرمائے۔ حضرت میرے حضرت فرمایا کرتے تھے ایمان کی مضبوطی اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ میں رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہر نعمت پر شکر کی توفیق زیادہ سے زیادہ بالخصوص ایمان موجودہ اور ایمان حاصلہ پر شکر کی توفیق زیادہ سے زیادہ دیں اور جب ایمان موجودہ اور ایمان حاصلہ پر آپ شکر کریں گے آپ کے یہاں ایمان میں ترقی ہوگی وہاں اعمال میں بھی ترقی ہوگی' مانی ہوئی بات ہے جب ایمان میں ترقی ہوگی تو اعمال میں بھی ترقی ہوگی' یہ بات آپ آنکھوں سے دیکھ لیں گے' اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبت کی باتیں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اظہارِ تشکر

توفیق الٰہی اپنے مرشد پاک کی برکت سے اس وقت کی ملاقات میں محبت کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے گا' اس سے پہلے میں اظہار تشکر کے طور پر اپنے محسنین کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جن کی دعا اور توجہ کی برکت سے بندے کو اس سفر زیارت کی توفیق عطا ہوئی' شوال کے مہینے سے شام کے وقت میں امراض جسمانی میں کسی مرض کا اضافہ چل پڑا ہے' دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ عافیت کے ساتھ شفا عطاء فرمائے' اور رات تک اس میں کچھ شدت رہتی ہے' عشاء کے بعد کچھ سلسلہ بڑھ رہا ہے' آپ حضرات مخلصین سے دعا کرانے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت کے علوم کی سند

دوسری بات یہ ہے کہ میرا تعارف یہ ہے کہ میں ادنیٰ طالب علم ہوں

اور حضرت مسیح الامت" کا غلام ہوں' نہ واعظ ہوں نہ خطیب' میری باتیں حضرت کی صحبت پاک سے ماخوذ ہیں' انہوں نے از خود جو کچھ فرمایا یا بندے کے پوچھنے پر کچھ تعلیم فرمائی' یا بعض باتیں بندے نے حضرت میں دیکھیں اور ان کے بارے میں' ان سے تحقیق کی اور ان کی مطبوعہ کتب مجالس و مواعظ کی صحبت میں سفر حضر میں رہنا' بانی حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے مواعظ و ملفوظات بو براہ راست کتابوں سے دیکھے یا اپنے حضرت سے سنے' یہ میری باتیں ان سے ماخوذ ہیں' ان کا یہ ماخذ ہے' اس سفر کے سلسلے میں میرے خواجہ تاش حضرت مدنی اور حضرت مسیح الامت کی یادگار حضرت مولانا عبدالحق مدنی دامت برکاتہم پیش پیش رہے اور اپنے والا ناموں سے کئی بار مجھ فقیر کو نوازا کہ مجھے سفر کرنا چاہئے' اس کے بعد اخی فی اللہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب باکڑا بچارے پاکستان تشریف لائے اور انہوں نے دعا اور توجہ کرائی کہ آپ کو یہ سفر کرنا چاہئے دارالعلوم زکریا کے مہتمم حضرت مولانا شبیر احمد صالوجی حفظہ اللہ تعالیٰ ان بچاروں کی کمال کوشش کا مذاق کا روائیوں میں اور مسلسل فون اور پاکستان تشریف لا کر بندے کو اس سعادت کی طرف متوجہ کیا' الحمدللہ' اللہ کا شکر ہے کہ یہ حضرات اور ان کے علاوہ میرے بہت سے کرم فرما بزرگ اور احباب جو سب میری نظر میں ہیں' ان کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ نے مجھے آپ تک پہنچا دیا۔

معاصرت میں مناسبت ہونا چاہئے

میرے حضرت کا ایک ارشاد یاد آیا اور اس سے اس موضوع میں بڑی مدد ملے گی' فرمایا معاصرت میں مناسبت ہونا چاہئے معاصرت میں مناسبت ہونا چاہئے یعنی ہر زمانہ میں کچھ حضرات ہوتے ہیں تو ان میں آپس میں لگاؤ ہونا چاہئے' ظاہر ہے کہ مناسبت جب ہی ہوگی جب محبت ہو۔

ابا جی نے اور ابا جی سے مراد حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ ہیں فرمایا کہ افسوس کی بات ہے کہ ایسا وقت دیکھنا پڑ رہا ہے کہ آج کل معاصرت میں مناسبت بہت کم ہے' بلکہ منافرت نظر آتی ہے بڑوں کی بڑی باتیں تھیں اور بڑے ظرف کی باتیں تھیں چھوٹوں کی چھوٹی باتیں فتنہ پیدا کرتی ہیں' اور ایسی باتیں بڑوں میں نہیں تھیں' یہاں تک کہ یہاں کا مذاق معلوم نہیں البتہ ہمارے ہاں یہ مزاج ہے کہ آپ چھوٹے اقران کو چھوڑ کر اکابر سے ملیں کام آسانی سے ہو جائے گا' اور جتنے چھوٹے سے ملیں گے اتنی پیچیدگی آپ کو زیادہ نظر آئے گی' ایسا عجیب دور ہے حضرت فرماتے ہیں ہم نے دیکھا کہ پیر بھائی کو پیر سمجھا جاتا تھا' اور اس کے ساتھ بہت شیدائیت کا اور فدائیت کا برتاؤ کیا جاتا تھا' اور یہ سارا رکھ رکھاؤ کے لئے نہیں تھا بلکہ عملی طور پر' کبھی ہمارے اکابر نے اپنے کو فارغ نہیں رکھا نہ

فارغ سمجھا' ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ کی صورتیں قائم تھیں۔

اختلاف میں محبت

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کی گرفتاریاں ہوئیں انگریز نے حضرت پر بہت مظالم کئے' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں حضرت مدنی کی محبت پہلے ہی سے تھی لیکن اتنا اندازہ نہ تھا کہ ماخوذی (گرفتاری) کی خبر کے بعد کھانا مشکل ہوجائے گا' اور بڑوں کا کیا حال ہے کہ حضرت مدنی قدس سرہ مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور مولانا عبدالباری ندوی کو لے کر (کتنی تواضع کی بات ہے) بیعت کرانے کے لئے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون تشریف لاتے ہیں یہ معاصرت دیکھئے کیسی ہے! اب ایک بات پر اتفاق رائے ہوگیا کہ اگر یہ اصلاح کا تعلق مجھ سے رکھیں تو حضرت بیعت آپ فرمالیجئے اور اگر اصلاح کا تعلق آپ سے رکھیں تو میں بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں' دونوں اکابر میں ایک دوسرے کی کتنی قدر تھی یہ معمولی بات نہیں ہے' ہم چھوٹوں کا منہ نہیں کہ ہم بڑوں کے بارے میں باتیں کریں کہ ان میں اختلاف تھا' یاد رکھئے! ان کے بارے میں کچھ کہنا تقریباً' ایسا ہی ہوگا جیسا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے بارے میں کہنا ہوگا یہ دونوں حضرات کی صوابدید پر

فیصلہ تھا' دونوں نے فیصلہ کیا کہ بیعت تو حضرت مدنیؒ سے ہوتے ہیں اور اصلاح کا تعلق حضرت تھانویؒ سے رکھتے ہیں' حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی دینی بصیرت پر داد دی کہ مولانا میرا دل اس بات پر بہت خوش ہوا اور میں دل میں سوچ رہا تھا کہ واقعی اگر یہ سمجھ دار ہیں تو ان کا فیصلہ یہی ہوگا کہ حضرت مدنی سے بیعت ہو جائیں' اور بندے سے اصلاح کی خدمت لیں' ان حضرات میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔

مجھے حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ کا دور ملا ہے اور ہمارے اکثر حضرات کے متوسلین کو بھی علم نہیں ہے کہ ان کا اصلاحی تعلق حضرت مسیح الامتؒ سے تھا وہ جلال آباد تشریف لایا کرتے تھے اور اصلاح لیا کرتے تھے اور حضرتؒ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے بڑے پائے کے آدمی تھے دنیا نے عرب میں دین کا ڈنکا بج گیا ان کی وجہ سے آپ ذرا ان کی حیات الصحابہؓ اٹھا کر دیکھیں۔

یہ مجلس ملاقات کی ہے' دینی ملاقات ہے اور دینی ملاقات میں تبادلہ خیال ہوا کرتا ہے' چند دوست بیٹھ جاتے ہیں بات وہی کرتے ہیں جس کو جو آتی ہو اور پھر کبھی کبھار آنا ہوتا ہے اور یہ اصاغر بڑی خلیج حائل کر دیتے ہیں' حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کون کہتا ہے کہ اختلاف تھا بالکل اختلاف نہیں تھا معرفت کا فرق تھا صرف معرفت کا فرق تھا دونوں عارف تھے اور دونوں کو دونوں کی معرفت حاصل

تھی' بس اتنی بات تھی کہ حضرت مدنیؒ کو انگریزوں کی معرفت زیادہ حاصل تھی اور حضرت تھانویؒ کو ہندو کی معرفت زیادہ حاصل تھی' اور میرے حضرت فرماتے ہیں کہ تکوینی طور پر دونوں حضرات کی رائے کے مطابق ہوا' اور بہتر ہوا کہ مسلمانان ہند کو تحفظ حاصل ہوگیا۔

آج سارے عالم میں ایک ارب سے زائد مسلمان آباد ہیں آپ کو معلوم ہونا چاہئے الحمدللہ اسی کروڑ کے لگ بھگ مسلمان سواد اعظم احناف سے تعلق رکھتے ہیں جو زیادہ تر ہندوستان یا پاکستان اور بنگلہ دیش میں آباد ہیں آپ اندازہ فرمائیے کہ مسلمانوں کا ایک بڑا حصہ جو برصغیر میں آباد ہے ان دونوں اکابر کی رائے سے ان کو تحفظ حاصل ہوگیا۔

اکثر لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جس دن پاکستان بنا تھا حضرت قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ ہجرت فرما کر کراچی چلے گئے' اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حکومت ہند سے لکھوا کر فوراً ان کو بلوالیا کہ حضرت دارالعلوم کو کون سنبھالے گا؟ حضرت رائپوریؒ اور حضرت شیخ الحدیثؒ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ہم لوگ چلے گئے تو باقی ماندہ مسلمانوں کے لئے اور مدارس کیلئے تو بہت تنزل کی صورت پیدا ہوجائے گی' لہٰذا ہجرت نہ فرمائیے۔

ہمارے حضرت کے بھتیجے حضرت مولانا جلیل احمد صاحب علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ المعروف حضرت پیارے میاں بخاری شریف لے کر کتاب

المغازی دیکھنے لگے کہ آیا میں ہجرت کروں یا نہ کروں، اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہجرت کرنا چاہیے اور وہ بخوشی ہجرت فرما گئے، اور لاہور آ کر وہ واصل بحق ہوئے۔

حضرت مسیح الامت کے نزدیک ایک ہی بات تھی کہ حضرت والا تھانوی تو یہاں جلال آباد بٹھا کر گئے ہیں، حضرت والا مجھے یہاں بٹھا کر گئے ہیں حضرت عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ ہمارے حضرت کو پیغام بھیجا کہ آپ پاکستان آجائیں، اگر پاکستان نہ آئیں تو جلال آباد چھوڑ کر تھانہ بھون کی خانقاہ میں بیٹھ جائیں اور خانقاہ کے معمولات کو بحال فرمائیں، آپ نے زبانی اور تحریری طور پر عرض کیا کہ میں بالکل معذور ہوں میرے حضرت مجھے یہاں بٹھا گئے ہیں حالانکہ اب حضرت والا کے لئے شہرت کا مسئلہ کوئی نہیں تھا اب تک شہرت ملنے کو تیار تھی۔

حضرت مسیح الامت کا یہ ارشاد کہ معاشرت میں محبت ہونی چاہئے افسوس کی بات کہ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معاشرت میں منافرت ہے، ایک دوسرے سے نفرت ہے اور ایک دوسرے کی کاٹ میں لگے ہوئے ہیں حضرت فرماتے ہیں ورنہ ہم نے یہ دور دیکھا ہے کہ بڑے بھائی کو پدر سمجھا جاتا تھا۔

چار مہلکات

حضرت نے فرمایا مہلکات اربعہ یہ بڑی دیر سے جاتے ہیں اور جانے کے بعد بھی ان کی لہریں قلب میں اٹھتی رہتی ہیں' کبر' و عجب' حسد و ریا اور بارہا فرمایا کرتے تھے کہ اپنے آپ کو اعجاب اور انجاب سے بچاؤ تب کام چلے گا ایسا کام نہ کرو کہ جسمانی طور پر تعب کا شکار ہو جاؤ اور اندر کی طرف سے خود پسندی کا شکار ہو جاؤ' اتعاب اور اعجاب سے اپنے آپ کو بچاؤ' محبت کے لون مختلف ہوتے ہیں' محبت کے لون' محبت کے رنگ مختلف ہوتے ہیں' لیکن ہیں سب اس میں متحد' اصل بات یہ ہے کہ محبت الہٰی اور اللہ واسطے کی محبت' محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت اہل اللہ اور محبت شیخ' محبت اہل ایمان یہ ساری محبتیں محبت الہٰی میں داخل ہیں' اللہ تعالیٰ ہمیں نصیب فرمائے۔

محبت کی عجیب خاصیت

محبت عجیب چیز ہے زبان سے آپ لفظ محبت ادا کیجئے' مٹھاس محسوس ہوتی ہے' ایک صحابیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آکر سوال کیا متیٰ الساعتہؐ یا رسول اللہ! اے اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ بڑے شوق سے قیامت کے آنے کے متعلق پوچھ رہے ہو اس کے لئے تم نے کیا تیاری کی ہے؟ ان صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہ زیادہ نمازیں ہیں نہ زیادہ روزے ہیں نہ میرے پاس زیادہ اعمال کا ذخیرہ ہے مراد اس سے یہ ہے کہ نفلی عبادات کا ذخیرہ میرے پاس کم ہے' تاکیدی اعمال تو مختصر ہیں وہ تو اس زمانے میں سب ہی کے پورے ہوتے تھے البتہ اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر خوش ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا المرء مع من احب (تو یاد رکھو اس بات کو ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھتا ہو)

جوہر محبت کے استعمال کا صحیح معیار

عزیزان من! محبت کا جوہر' محبت کا مادہ اور محبت کا عطر میرے حضرت فرماتے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ نے بندے کے اندر اپنی طرف سے پہلے ہی سے عطا فرمایا ہوا ہے' اور اتنی صلاحیت دی ہے کہ وہ جائز محبت کو اعتدال کے ساتھ اپنا سکتا ہے' ناجائز اور حرام محبتوں سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے

اور اس کے لئے ایک کلیہ بھی بیان فرمایا "بس ایک بڑی عجیب بات میرے حضرت نے ارشاد فرمائی کہ وہ محبت جس کا ثمرہ آخرت میں مرتب نہ ہو وہ چھوڑ دینے کے قابل ہے' وہ محبت جس کا ثمرہ آخرت میں مرتب نہ ہو وہ چھوڑ دینے کے قابل ہے' اسے اختیار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس سے بچنا چاہئے' معالجات کے سلسلے میں یہ چند باتیں عرض ہیں' میرے عزیزو! ناجائز محبتیں جتنی بھی ہیں اور آج کی دنیا جو تاج کی دنیا ہے اور معلومات کی دنیا ہے خدا کے لئے ناجائز محبتوں کو چھوڑ دیجئے' جس کی تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں'' اور ناجائز محبت وہ ہے جس کا ثمرہ آخرت میں مرتب نہ ہو' ورنہ ہر جائز اور نیک محبت کا ثمرہ آخرت میں ضرور بالضرور مرتب ہوگا' لہٰذا ناجائز محبتوں پر جھاڑو پھیر دیجئے' لات مار دیجئے اور اپنے ایمان کو بچائیے' امرد پرستی اور امرد پرستی دونوں سے اپنے آپ کو بچائیے ورنہ ایمان میں زنگ لگ جائے گا' اور نہ معلوم ان خباثتوں کی بناء پر خاتمہ کیا ہو' سوء خاتمہ کا ڈر ہے' الٰہی توبہ! الٰہی توبہ!

اللہ کے مقبول بندوں نے جائز محبتوں میں بھی سوچا ہے اور مراقبہ کیا ہے کہ کوئی محبت ہو کہ جائز ہے کہیں ایسی تو نہیں ہے کہ اعتدال سے زیادہ اس میں پھنس ہو گیا ہو۔

اللہ کے ایک مقبول کی حکایت

حضرت والا مجدد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک پرانے خلیفہ جو سندھ ہی کے رہنے والے تھے حضرت مولانا الٰہی بخش اعوان رحمتہ اللہ علیہ اباجی ان سے ملاقات کے لئے شکارپور تشریف لے جایا کرتے تھے انھوں نے اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ زمانہ طالب علمی میں میری شادی ہو چکی تھی' رات کو مراقبہ کیا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ غیر اللہ کی محبت میں میرا دل گرفتار ہو اور اللہ کی محبت سے میرا دل ہٹا ہوا ہو' الحمد للہ میرے حضرت کی برکت تھی وہ فرماتے ہیں کہ کسی ناجائز محبت میں الٰہی بخش کا دل مشغول نہ نکلا' البتہ اتنی بات محسوس ہوئی کہ میری ایک بیٹی ہے (اب وہ بہت ضعیفہ ہیں' ابھی حیات ہیں) اس کی محبت میرے دل میں بڑی بے چینی کے ساتھ محسوس ہوئی اور اعتدال سے زیادہ محسوس ہوئی' اب غور فرمایئے یہ بات بھی انہوں نے اپنے مرشد حضرت تھانویؒ کو خط میں لکھی کہ حضرت میں نے محبتوں کا مراقبہ کیا تو معلوم ہوا کہ میرا دل بیٹی کی محبت میں زیادہ گرفتار ہے' یاد رکھئے! اگر غیر ماہر فن شیخ ہوتا تو سیدھی سی بات لکھ دیتا کہ بیٹی کی محبت جائز ہے کوئی بات نہیں کوئی فکر نہ کیجئے کوئی گناہ کی بات نہیں ہے اچھی بات ہے' لیکن نہیں! اس مجدد وقت نے عجیب بات تحریر فرمائی اور اس ارشاد کی روشنی میں ہمیں بھی غور کرنا چاہئے' تحریر فرمایا فناء عالم کا مراقبہ کیجئے طبیعت اعتدال پر آجائے گی' بے اعتدالی ثابت ہوئی یا نہیں؟ فناء عالم کا

مراقبہ کیجئے طبیعت اعتدال پر آجائے گی اس سے معلوم یہ ہوا کہ بے اعتدالی ان کے شیخ کو محسوس ہوئی کہ خلیفہ کو تحریر فرما رہے ہیں کہ فنا ء عالم کا مراقبہ کیجئے طبیعت اعتدال پر آجائے گی۔

اصلاح کی ضرورت اکابر کی نظر میں

ہمارے ابا جی فرماتے تھے کہ بے اعتدالی کو اعتدال میں لانا کمال اعتدال اس کے اندر پیدا کرنا یہی تو اصلاح ہے' ورنہ بڑے بڑے علماء' فضلاء جن کے پاس سمندروں کے برابر علم ہے آخر کیا ضرورت پیش آئی کہ وہ اپنی اصلاح کے لئے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب سے رجوع ہوئے' کوئی تو بات تھی' اور اس مقام کے ہیں یہ حضرات کہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ فقیر کو مولوی رشید احمد صاحب سے بیعت ہو جانا چاہئے تھا' اس درجے کے آدمی تھے! حضرت حاجی صاحبؒ نے خط لکھا حضرت گنگوہیؒ کو کہ بہت عرصہ ہوا تمہاری جانب سے کوئی خط نہیں آیا' مکاتبت کی ایسی روانی جیسے آج کل ہے اس دور میں نہیں تھی خط و کتابت کا تبادلہ مکہ معظمہ سے بحری جہاز کے ذریعے پارسل ہوا کرتا تھا حضرت حاجی صاحب نے اپنی جانب سے ایک گرامی نامہ حضرت گنگوہیؒ کو لکھا اور تحریر فرمایا کہ بہت عرصہ ہوا کہ آنعزیز کا محبت نامہ نہیں ملا فقیر دعا

کو رہتا ہے اور دعا سے ترقی کرتا رہتا ہے' حالات سے مطلع فرمائیں'
حضرت گنگوہیؒ نے اپنے عریضے میں اپنے شیخ حضرت حاجی صاحبؒ کو تحریر
فرمایا کہ کافی دنوں سے بندے کا یہ حال ہے کہ امور شرعیہ امور طبعیہ بن
گئے ہیں' اور مدح و ذم دونوں برابر ہوگئے اللہ اکبر! کتنی بڑی بات ہے!
امور شرعیہ امور طبعیہ بن گئے ہیں' اور مدح و ذم دونوں برابر ہیں' اور میں
یہ کہتا ہوں کہ جو حضرت حاجی صاحب نے جواب دیا اس سے اونچا جواب
ہو نہیں سکتا تھا اور حضرت حاجی صاحب نے بھی اپنے مقام کی جھلک دکھا
دی' تحریر فرمایا! کہ فقیر کا بھی یہی حال ہے اس سے عمدہ جواب ہو نہیں سکتا
کہ حضرت گنگوہیؒ کو اپنے مرتبے اور مقام پر دکھلا دیا کہ حضرت گنگوہی اس
درجے کے آدمی ہیں۔

حضرت تھانوی کا معاصرین سے استفادہ

ارے بھائی! کیسی معاصرت تھی اس زمانے میں کہ حضرت حاجی
صاحب کا وصال ہوگیا' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت گنگوہیؒ
سے رجوع کیا اور حضرت گنگوہیؒ کا وصال ہوگیا تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ
علیہ نے ان کے خلیفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم مہاجر مدنی سے
رجوع کیا جو کہ امبیٹھہ کے تھے اور سہارنپوری مشہور ہوگئے' حضرت مولانا خلیل

احمد سہارنپوری نے معذرت چاہی' اور حضرت کی درخواست پر تعلق کو منظور نہیں فرمایا' اب دیکھئے کہ اس مجدد وقت نے اپنی فکرِ اصلاح کو کس طرح برقرار رکھا؟ کہ ان کی بڑی اہلیہ عمر میں بڑی تھیں اور حاجی صاحب سے بیعت تھیں' اور حضرت حاجی صاحب کے گھر کافی رہ چکی تھیں' حضرت والا ان سے مشورہ فرمایا کرتے تھے' اچانک جس وقت وہ معمول سے فارغ ہوجایا کرتی تھیں اور مصلّٰی پر تشریف فرما ہوتی تھیں تو حضرت پیرانی صاحبہ سے سوال کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ دیکھو اس وقت دل میں جو بات آئے وہ مجھے بتا دیجئے' وہ حضرت کے سوال کا جواب دیدیا کرتی تھیں کہ اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی ہے بس وہ یہ بات ہے' اس طرح حضرت نے اپنے آپ کو مشغول رکھا' لیکن حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کو چھوڑا نہیں اور ترکیب اس کی یہ کہ استفتاء کی صورت میں خط لکھنا شروع کردیا' اصلاحی مکاتیت نہ کی' دیکھئے یہ ہوتا ہے استغناء! اللہ تعالیٰ نے ان کو شانِ افاضہ یعنی فیض پہنچانے کی شان بھی خوب عطا فرمائی اور شانِ استفاضہ بھی خوب عطا فرمائی' اب استفتاء لکھنا شروع کردیا' جو بات بھی پیش آئی پہلے سوال کرتے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کا جواب آتا تو لوگوں کو وہ سنا دیتے کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے مدرسہ' خانقاہ اور تعمیرات وغیرہ وغیرہ فلاں فلاں معاملات میں یہ جواب تحریر فرمایا ہے اس طرح عمل ہوتا تھا' اور کسی کو یہ معلوم نہیں کہ اپنے آپ کو ......

مشغول رکھا ہوا ہے کہ ہمارے ہاں طریق میں فراغت کا کوئی سوال نہیں'
مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

اندریں رہ می تراش و می خراش
تادم آخر دمے فارغ مباش

مکتب عشق کا دستور نرالا دیکھا
جسے سبق یاد ہوا اسے چھٹی نہ ملی

استفادہ کا ایک انداز

ایک واقعہ بڑا عجیب ہے دیکھئے کیسی معاصرت تھی' کیا فرمایا ابا جی نے؟
فرمایا ابا جی نے کہ ہم نے ایک معاصرت دیکھی ہے کہ پیر بھائی کو پیر سمجھا
جاتا تھا اور معاصرت میں مناسبت ہوتی تھی۔' افسوس آج کل تو منافرت
نظر آرہی ہے' اس پر توفیق الٰہی' آپ حضرات کا فیضان صحبت کچھ واقعات
عرض کئے گئے' کیا محبت کا دور تھا' حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی
سہ دری کے آگے ٹین کا سائبان لگوالیا' سہ دری خارج مسجد ہے اور سہ
دری کے باہر کا جو صحن ہے وہ مسجد کا ہے' دیکھئے معاصرت اور بے نفسی
دیکھئے' ابا جی بیان کر رہے ہیں' اپنے اکابر کی بے نفسی...... وہ ٹین کا

سائبان وستی چادر کا ابھی تک لگا ہوا ہے اور حضرت کی غرض یہ تھی کہ سہ دری کی دیوار میں اس کو لگوا دیا جائے اس کا سایہ مسجد کے صحن میں پڑے گا اور دھوپ کی تپش سہ دری میں کم آئے گی' اور کبھی کبھی ہم لوگ سایہ میں ظہر یا عصر کی سنتیں وغیرہ پڑھ لیا کریں گے' وہ ٹین کا اور دستی چادر کا سائبان لگ گیا' اب خیال آیا کہ میں نے تو معمول بنایا ہوا تھا حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ سے پوچھ کر عمل کرنے کا' لہٰذا اب ٹین کا سائبان لگانے کے بعد استفتاء بھیجا ہے بے نفسی دیکھئے گا' ہم چھوٹوں چھوٹوں نے فتنہ برپا کر رکھا ہے' بڑوں کی شان دیکھئے کیسی ہے بڑا گہرا تکلف تھا' اور چھوٹوں کی چھوٹی باتوں نے کام خراب کر رکھا ہے ہم کچھ بھی نہیں' تحریر کیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ سہ دری کی دیوار کے اوپر ایک ٹین کا سائبان لگوا لیا ہے اور اس سے غرض یہ ہے کہ صحن مسجد میں کچھ سایہ ہو جائے گا اور بچے اس کے نیچے نماز پڑھ لیا کریں گے کبھی کبھی ہم بھی سنتیں وغیرہ پڑھ لیا کریں گے حضرت کی اس میں کیا رائے گرامی ہے؟ جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا جواب حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو بے نفسی دیکھئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی! حضرت نے بھری مجلس میں وہ خط سنایا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا یہ والا نامہ آیا ہے' پھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو جوابی عریضہ لکھا' الغرض ان

حضرات اکابر کے درمیان اس استفتاء کے بارے میں محبت بھری خط و کتابت اور دلائل کی گفتگو جاری رہی' اور یہ حضرات ایک دوسرے کو دعائیں لکھتے رہے' بے نفسی دیکھئے ان حضرات کی' یہ ہے معاصرت! یہ ہے محبت! نہ کہ آج کے دور میں ہر شخص ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کے لئے تیار رہے' میرے حضرت نے فرمایا کہ حضرت کے خلفاء اور مریدین کی ایسی شان تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ سب یہ پورا سلسلہ مشائخ دیوبند اور تھانہ بھون کا کسی ایک ہی شخص سے بیعت ہے اور کوئی تفریق محسوس نہیں ہوتی تھی ایسا عجیب دور حضرت فرماتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پیر بھائی کو پیر سمجھا جاتا تھا ماشاء اللہ عجیب و غریب حضرت باتیں سنایا کرتے تھے۔

...

محبت کے مختلف رنگ

ایک مرتبہ فرمایا کہ محبت کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں' جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بیعت تھے اپنے حقیقی ماموں سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے اور جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اولین احوال میں ایک حالت یہ تھی کہ اگر کوئی بھی ان کے پاس جاتا تھا تو ان کو ناگوار ہوتا تھا' اور اس کو اچھا نہیں کہتے تھے' اور یہ خیال کرتے تھے کہ میرا محبوب میرا محبوب ہے کسی

دوسرے طا کیا کام' چند دن کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ یہ ان کی حالت ختم ہوگئی' جو بھی ان کے شیخ کے پاس ملنے کے لئے جاتا ہے یا آتا ہے وہ اس کو مہمان بنا لیتے ہیں مٹھائی کھلاتے ہیں خدمت کرتے ہیں کوئی بھی ان کے شیخ کا نام لیتا ہے تو وہ ان کے خادم بن جاتے ہیں ایسا حال ان پر طاری ہوا حضرت نے فرمایا یہ حال پختہ ہے اور اس میں نفع زیادہ ہے کہ بھئی! میرے ہی تو محبوب کا نام لیتا ہے' بھئی میرے ہی تو محبوب کی تعریف اس کے ذریعے ہو رہی ہے' میرے ہی محبوب کی تعلیمات کی اشاعت اس کے ذریعے ہو رہی ہے' ایک دور ان پر ایسا گزرا' تو عزیزان من! یہ احوال و مواجید کام کرنے والوں کی باتیں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی محبت الٰہی میں سے ہے اور عین محبت الٰہی ہے' آپ کی محبت عین محبت الٰہی ہے' اس سائل صحابیؓ سے فرمایا' اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ دیکھو جس کے ساتھ محبت ہوگی اس کے ساتھ تم قیامت کے میدان میں اکٹھے ہوگے' اگر میرے ساتھ محبت ہے تو یاد رکھو کہ تجھے میرا ساتھ نصیب ہوگا' بہت ہی عجیب بات فرمائی ایک صحابی فرماتے ہیں جو غالباً انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں کہ صحابہؓ میں جب اس ارشاد کا چرچا ہوا کہ جس کے ساتھ محبت ہوگی اس کے ساتھ حشر ہوگا' صحابہؓ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی' یاد رکھئے! کہ محبت تو اعمال اختیاریہ میں سے ہے' محبت اختیاری ہے۔

ایمان کی چاشنی کب نصیب ہوتی ہے

ایک اور روایت میں یہ آتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ تین قسم کی محبت پر ایمان کی چاشنی عطاء فرماتے ہیں ایمان کی مٹھاس عطا فرماتے ہیں ایک تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت' تمام مخلوقات میں سے سب سے زیادہ ہو تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہو' اور دوسرے یہ کہ اگر کسی بندے کے ساتھ محبت ہو تو اللہ واسطے کی محبت ہو' نفس کے لئے نہ ہو' اللہ کے دین کے لئے ہو' کوئی اللہ والا ہے اس کے پاس بیٹھتے ہیں' اللہ اللہ کرنا سیکھتے ہیں' قرآن مجید یاد کرتے ہیں' ذکر اللہ کی تعلیم پاتے ہیں تزکیہ کراتے ہیں اور یہ اللہ کے مقبول بندے ہیں اور ان کی دعا سے یہ کامیابی حاصل کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ ہی کے لئے محبت ہے' اس سے بھی اس کو ایمان کی چاشنی اور مٹھاس نصیب ہوگی' اور تیسرے وہ جو نو مسلم ہو اور وہ جو نو مسلم تو نہیں ہے لیکن ابن مسلم ہے کسی مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا ہے اور ایمان کا اتنا قدر دان ہے کہ کفر کی طرف لوٹنے کو ایسا ناپسند کرتا ہے جیسے آگ میں جلائے جانے کو ناپسند کرتا ہے' ان تین کیفیات کے اوپر فرمایا کہ جن کو یہ تین کیفیت حاصل ہوں گی ان کو ایمان کی مٹھاس اور ایمان کی چاشنی

حاصل ہوگی۔

اور میرے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ عام مسلمانوں سے عامۃ المسلمین سے حسن ظن رکھو' اور سب کے ساتھ محبت کرو' ہمارے حضرت پر ایک حال طاری ہوا دیوبند کے زمانہ تعلیم میں' جس کسی کو دیکھتے تھے دل میں فرمایا کرتے تھے کہ میرے محبوب کی نشانی ہے یہ میرے محبوب کی نشانی ہے' حضرت والا کی خدمت میں (اپنے شیخ کی خدمت میں) یہ عریضہ لکھا کہ میری یہ کیفیت ہے کہ میں جس کسی کو دیکھتا ہوں میرے دل میں ایک ہی بات آتی ہے کہ یہ میرے محبوب کی نشانی ہے' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر مبارک باد دی اور اس حال کے چند مہینے کے بعد اپنی طرف سے خلافت خاص عطا فرمائی' یہ حال حضرت کے اوپر طاری تھا کہ یہ میرے محبوب کی نشانی ہے' یہ میرے محبوب کی نشانی ہے' یہ میرے محبوب کی نشانی ہے' سبحان اللہ! جس کے اندر یہ چیز غالب ہو تو وہ اندر سے کتنا شفیق ہوگا۔

تحصیل محبت کے چند آسان گُر

عزیزان من! محبت الٰہی کے لئے بزرگوں نے تجویز فرمایا کہ اعمال صالحہ کے اندر اور اذکار کے اندر جب نیت کرو تو محبت الٰہی کی نیت کرلو' اور محبت الٰہی کا حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے' یاد رکھئے!

حضرت نے فرمایا ' اللہ کی محبت حاصل کیجئے اور دعا کیجئے کہ یا اللہ! اس عمل کے ذریعے اس ذکر کے ذریعے مجھے آپ اپنی محبت عطا فرمایئے ' اور فرمایا کہ ایک بات کی اور پابندی کیجئے کہ ان لوگوں کی صحبت اختیار رکھئے جو اہل محبت ہیں اور جو اللہ کی محبت کا خزانہ رکھتے ہیں ' ان کے پاس بیٹھئے اور اعمال و اذکار کے اندر حصول محبت الٰہی کی نیت کیجئے ' ایک بات کی اور پابندی کیجئے کہ تنہائی میں وقت نکال کر تھوڑا بہت ذکر اللہ کر لیا کیجئے ' انشاء اللہ اس سے محبت الٰہی کا خزانہ آپ کو حاصل ہو جائے گا ' یا اللہ اپنی محبت نصیب فرما ' یا اللہ اپنی محبت سے ہمارے سینے کو بھر دے ' ہمارے سینے کو لبریز فرما دیجئے ' ذکر کے درمیان محبت طلب کرتے جایئے اور محبت مانگتے جایئے محبت کا سوال کرنا ' محبت کی دعا کرنا ' محبت والوں کے پاس بیٹھنا اور حصول محبت کے لئے ذکر کا دوام کرنا ' یہ سب مامور بہ ہیں اعمال مامور بہا میں سے ہیں اس کی پابندی کیجئے انشاء اللہ ثم انشاء اللہ جب محبت الٰہی دل میں بھر جائے گی تو ناجائز محبتوں کو زوال آجائے گا اور جائز محبتیں حقوق کے درجے میں اعتدال پر آجائیں گی ' اور اس کی برکت یہ ہوگی کہ محبت الٰہی کے غلبے میں جو بھی انسان ہوتا ہے اور اللہ کی محبت کا اس پر غلبہ ہوتا ہے تو حسن خاتمہ اس کا آسان ہو جاتا ہے ' حسن خاتمہ اس کا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔

ایمان پر خاتمہ اور حسن خاتمہ میں فرق

ہم نے اپنے حضرت سے پوچھا کہ خاتمہ بالخیر خاتمہ بالایمان اور حسن خاتمہ کے اندر کیا فرق ہے؟ ابا جی نے فرمایا کہ خاتمہ بالایمان تو ایمان پر خاتمہ کو کہتے ہیں، اور حسن خاتمہ اس کو کہتے ہیں کہ خاتمہ ایمان پر ہو لیکن ساتھ ہی ہمیشہ کے لئے مغفرت ہو جائے۔ فرمایا کہ حسن خاتمہ ذات باری تعالیٰ جس کو عطا فرماتے ہیں تو اس کا حساب و کتاب نا ممکن ہے، اس لئے میں نے اپنے اکابر میں سے مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو پکڑ پکڑ کر کہتے تھے کہ ہاں بھئی میرے لئے حسن خاتمہ کی دعا کرنا، ایسا حال ان پر طاری تھا۔

حضرت مسیح الامت کا ایک حال

ایک مرتبہ حضرت کی طبیعت خراب ہوئی، چھوٹے چھوٹے بچے تھے پرانا مکان تھا اس زمانے میں ریزگاری ابا جی کے پاس ہوتی تھی، بچوں کو دینے کیلئے فرمایا کرتے تھے کہ وہ دور بڑا عجیب تھا کہ ایک آنے کی اتنی چیز آجاتی تھی کہ اب ایک روپے کی نہیں آتی، اور آج کل تو روپیہ آنے کے برابر بھی نہیں رہا، بچے کو کیا ریزگاری دیں، کوئی نئے نوٹ ہوں نئے نوٹوں میں سے ایک کرارہ نوٹ بچے کو دیں تو اس کا دل خوش ہو، اس

زمانے میں طبیعت حضرت کی خراب تھی' بارہ سال تک حضرت کے اوپر اضطراب قلب کی تکلیف رہی' اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں بے ہوش ہو جایا کروں تو ہوش میں لانے کی کوشش نہ کی جائے' انشاء اللہ تھوڑی دیر میں میں خود ہوش میں آجاؤں گا' ان دنوں میں یہ فرمایا ہوا تھا اور حضرت آگرہ میں حکیم صاحب کے زیر علاج تھے' وہ بھی پابندی کے ساتھ اباجی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے' اور ایک دن بچوں کو جمع کیا چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور حضرت نے سب کو یہ کہا کہ دیکھو بھائی ہم تم کو یہ دیں گے عالباً "اکنیاں تھیں اس وقت چھوٹے پیسے تو تھے نہیں' ایک ایک آنہ دکھایا" سب بچے لینے کے لئے آمادہ ہو گئے' تو اباجی نے ان سے کہا کہ پہلے جو ہم کہلوائیں وہ کہو! پھر ہم تمہیں ایک ایک آنہ دیں گے' اباجی نے کہلوایا ان بچوں سے کہ یوں کہو یا اللہ! اباجی کا نام لے کر کہ ان کو شفا دے دے' حضرت نے ایک ایک آنہ تقسیم فرما دیا اور فرمایا کہ چھوٹے بچے مستجاب الدعوات ہوتے ہیں' صاحب نسبت ہوتے ہیں' آپ یقین جانیے کہ حضرت کی اتنے عرصے کی تکلیف تھوڑی ہی دیر کے اندر ختم ہو گئی' اور ایک ایک آنہ تقسیم فرمایا۔

بچوں کی تربیت کے سنہری اصول

بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں حضرت کی ایک بڑی عجیب بات یاد رکھنا

فرمایا! بچوں کو پیسے دیتے رہو' زمانہ طالب علمی میں چھوٹی عمر میں ہی حضرت نے شادی کرا دی تھی' میرے والد صاحب سے حضرت مسیح الامت نے دو تین باتیں فرمائی تھیں کہ بہت کم عمری لڑکی نہ ہو' اگر برابر کی ہو تو زیادہ مناسب ہے' اور جلدی شادی کرا دی جائے تاکہ باقی وقت جو ہے وہ دین کے کام میں صرف کرنے کا موقع پورا پورا مل جائے۔ یہ باتیں مجھے بعد میں معلوم ہوئیں لیکن حضرت گھر والوں سے بات کر چکے تھے اور حضرت کی منشاء کے مطابق وہ رشتہ ہوا' اور الحمدللہ وہ رشتہ بہت ہی موافق آیا' اللہ کا شکر ہے اور احسان ہے حضرت کی برکت ہے' تحدیث نعمت کے طور پر ذات باری تعالیٰ کا فضل اور میرے حضرت کا فیضان ہے گھر میں اللہ کا شکر ہے دس حافظ ہو گئے' اور تین بچے آئندہ سال دورہ حدیث شریف سے فارغ ہونے والے ہیں اور میری پوتی الحمدللہ حفظ کر رہی ہے اللہ کا شکر ہے اس کے چار پارے اللہ نے حفظ کرا دیئے' چھ سال ان کی عمر ہے ذوق و شوق سے وہ لگی ہوئی ہے' دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے فیضان کا یہ سلسلہ ہماری نسلوں میں جاری رکھیں' تو حضرت نے فرمایا کہ بچوں کو پیسے دیتے رہو' بندے نے عرض کیا! ابا جی پیسے تو دیتے ہیں فرمایا دیکھو تنخواہ نہ دیا کرو' اس سے کچھ کام نکالو' نابالغ بچے کی جو نیکیاں ہوتی ہیں جو عبادات ہوتی ہیں وہ باپ کے کھاتے میں لکھی جاتی ہیں' کتنے پیسے دیتے ہو؟ ابا جی! عرض

کیا : چار آنے دیتا ہوں اور چار آنے اس وقت بہت بڑی بات تھی '
چونی فی بچہ کو دیتا ہوں فرمایا چار تسبیح سبحان اللہ ' پڑھوا لیا کرو ' چار تسبیح
سبحان اللہ کی پڑھوا لیا کرو ' ذکر کی عادت ہو جائے گی ' ان کو ایسا کر بتلایا
حضرت نے اللہ کا شکر و احسان ہے حضرت والا کی دعا و توجہ اور ان کا
فیضان نظر و فیضان کرم ہے کہ میں نے اس کی عادت ڈالی کہ جو بھی بچہ پیسے
لینے آیا کہا بھی چار تسبیح سبحان اللہ کی پڑھو ' پھر جیسے جیسے بچے بڑھتے گئے میں
تسبیحات کی تعداد کو بھی بڑھاتا گیا ' اللہ کا شکر ہے کہ خاطر خواہ نتیجہ
سامنے آیا ' اللہ کا شکر ہے اللہ کا فضل ہے کہ اللہ تعالی نے بچوں کی
آزمائش اور ابتلاء سے محفوظ رکھا اور اللہ تعالی نے حضرت والا کی برکت
سے اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک دل کا سرور بنایا اور صالح اولاد عطا فرمائی
اس کا بڑا احسان ہے لیکن ترکیب ہے حضرت کی ' جیسا کہ میں آج عصر کی
مجلس میں بھی عرض کر رہا تھا ' دیکھو ہماری باتیں بے ربط ہوتی ہیں لیکن اسکی
بھی بے ربط نہیں ہوتیں جو ذات باری تعالی کے ساتھ ربط نہ پیدا کریں '
انشاء اللہ ثم انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ یہ بے ربط باتیں مجالس آج
ان مست کی کس طرح اللہ کا راستہ طے کرا تی ہیں ' انشاء اللہ آپ طلب کے
ساتھ بیٹھئے اور اللہ جل شانہ آپ کی طلب سے زیادہ آپ کو نوازیں گے ۔

حضرت نے کیسی عجیب بات فرمائی تھی میں نے عصر میں عرض کی تھی
کہ اولاد چھوٹی ہو ' نابالغ ہو ' نا سمجھ ہو ' باپ کا رویہ سب کے ساتھ رعب

دار رہنا چاہئے' اور ماں کا رویہ نرم رہنا چاہئے" اولاد بالغ ہو جائے جوان ہو جائے برابری کمانے لگے تو باپ کا رویہ انتہائی نرم ہونا چاہئے اور ماں کا رویہ کچھ سخت سا ہونا چاہئے' انشاء اللہ اگر دونوں نے مل کر اولاد کی تربیت پر اس طرح توجہ دی تو اولاد سنبھل جائے گی' اولاد کی تربیت ہو جائے گی' اولاد کی اصلاح ہو جائے گی ورنہ بہت پچھتاوا ہوگا' اس پر میں نے کئی مثالیں پیش کی تھیں آپ حضرات کو یاد ہوگا میں نے عرض کیا تھا کہ بیٹیوں کی اولاد کے اور باپ کے درمیان حجاب ہونا چاہئے اور وہ حجاب کتنا مفید ہے کہ شرمساری کی طرف لے جاتا ہے' توبہ کرنے کی طرف لے جاتا ہے اور توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو اللہ تعالٰی ہم سب کو اپنی محبت نصیب فرمائے' ہماری معاصرت کے اور اللہ تعالٰی مناسبت اور محبت عطا فرمائے اور ہم سب مل کر دین کا کام کریں اور اپنے اکابر کی تعلیمات کی اشاعت میں لگیں' چھوٹا بننے میں بڑا فائدہ ہے بہت عافیت ہے اللہ تعالٰی خاکساری' انکساری" افتقاری وہ عاجزی وہ پستی جس کو تواضع کہا گیا ہے یا اللہ اس دولت سے ہمارے اکابر کی برکت سے محروم نہ فرمایئے گا' تواضع کی دولت یا اللہ ہم سب کو اپنے فضل سے عطا فرمائے رکھئے! وہ اسلام ... کہ جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ تلوار سے نہیں پھیلا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے پھیلا ہے میرے حضرت فرماتے ہیں کہ وہ اخلاق دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع ہے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پستی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انکساری کے صدہا واقعات ہیں۔

ہمارے اکابر ایک دوسرے کے اوپر فدا تھے قربان تھے یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ ان میں خادم کون ہے اور مخدوم کون ہے اور ایسا فدائیت اور شیدائیت کا تعلق تھا کہ آج بھی ماشاء اللہ بعض بزرگوں کے خدام مل کر کام کر رہے ہیں' اور مشورے کے ساتھ کام کر رہے ہیں یہی آرزو ہمارے حضرت کی تھی' کیونکہ اب وہ دور نہیں رہا' فرمایا ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق میرے حضرت فرماتے ہیں ان کے دور کے لئے تھی اور میرے حضرت کی تحقیق اس دور کے لئے ہے' اب دور آپس میں ملاقات و مجالست کا ہے ورنہ اگر منتشر رہے اور اگر الگ الگ رہے تو الگ الگ پٹ جائیں گے اور کسی بڑی چیز کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

ایک رہو اور نیک رہو

یاد رکھئے! حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کو خلجان تھا اور بے حد خلجان تھا کہ موجودہ دور میں امت اسلامیہ کے اندر کیا صورت ہو کہ یہ امت ابتلاء اور آزمائش سے چھٹکارا پائے' حضرت اقدس تھانوی رحمتہ اللہ علیہ شاہدرہ سے بیٹھے ہوئے تھانہ بھون آرہے تھے کمپنی کی گاڑی اس زمانے میں

چلی تھی گاڑی میں دو دیہاتی آپس میں باتیں کر رہے تھے اور مسلمانوں کے اختلافات اور مسلمانوں کی پریشانیوں کا ذکر کر رہے تھے' ایک بڑی عمر کا دیہاتی جو سمجھدار معلوم ہوتا تھا کہ وہ خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سن رہا تھا جب اس کا اسٹیشن آیا جہاں گاؤں میں اس نے اترنا تھا' تو اس نے اٹھتے وقت ان سے کہا سنو! ہمارے ہاں دیہات میں پیار سے کہتے ہیں سورو! یہ گالی نہیں ہے' سورو! میری بھی ایک بات یاد رکھنا! اس وقت تک تم کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایک نہ ہو جاؤ' نیک نہ ہو جاؤ' حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں گاؤں والوں کی باتیں سنتا رہا' میرے دل کی پریشانی دور ہو گئی اور میں بھی اس بات کا قائل ہوں کہ امت کا مزاج یہ ہونا چاہیے کہ بھئی ایک رہو اور نیک رہو اور فرمایا دونوں میں تلازم ہے' جب ایک رہو گے انشاء اللہ نیک بھی ہو جاؤ گے اگر نیک بننے کی کوشش کرو گے تو انشاء اللہ ایک تمہارا ہو جائے گا' کیسی عجیب بات فرمائی اپنا مسلک چھوڑو مت دوسرے کا مسلک چھیڑو مت۔

حضرت تھانوی کی تین مجلسوں کا خلاصہ

حضرت کی تین مجلسوں کا یہ خلاصہ ہے پہلی مجلس کا خلاصہ کہ ایک رہو اور نیک رہو' دوسری مجلس کا خلاصہ اپنا مسلک چھوڑو مت دوسرے کا مسلک چھیڑو مت

اور تیسری مجلس کا خلاصہ سن لیجئے' اللہ کی رضا چاہئے چاہے گھر میں رضائی نہ ہو' اللہ کی رضا چاہئے چاہے گھر میں رضائی نہ ہو' ایک سوئی مطلوب ہے چاہے گھر میں سوئی نہ ہو' اور خود رائی رائی کے برابر نہ ہو' ارے بھائی اگر اکابر میں سے کوئی نہ ملے تو میرے حضرت فرماتے ہیں اصاغر اور اطفال میں رہ کر بھی اپنے حالات سے بے خبر مت رہو' اپنی اصلاح سے بے خبر مت رہو' چھوٹوں کے حالات سامنے رکھ کر اپنی جانچ پڑتال کرتے رہو یہ حضرت کی تین مجلسوں کا خلاصہ ہے' ایک رہو نیک رہو' اپنا مسلک چھوڑو مت دوسرے کا مسلک چھیڑو مت اور اس میں بڑی عافیت ہے اللہ کی رضا چاہئے دیکھئے کیسی اخلاص کی تعلیم دی ہے چاہے گھر میں رضائی نہ ہو یکسوئی مطلوب ہے چاہے گھر میں سوئی نہ ہو اور خود رائی رائی کے برابر نہ ہو' اپنی رائے مٹا دو' خواہ بیٹے کا کسی کو بڑا بنا کر اگر کسی مصلحت کی وجہ سے نہ کہہ سکو تو مت کہو کہ تم میرے بڑے ہو مت کہو کہ یہ میرا بڑا ہے شیخ ہے بلکہ دوست کہہ دو۔

کراچی میں ایک نوجوان ہیں بندے سے تعلق رکھتے ہیں ان کے گھر والے آنے نہیں دیتے تھے جب وہ کہتے تھے کہ میں سکھر جاؤں گا تو وہ فوراً سمجھ جاتے تھے کہ بھائی پیر صاحب کے پاس جائے گا تو اس نے مجھ سے ذکر کیا کہ الحمد للہ نہ مجھ پر قرض ہے نہ مرض ہے نہ کسی بات کا حرج ہے ایام رخصت میں ایام تعطیلات میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں گھر والے اجازت نہیں

دیتے میں نے کہا کہ تم کیا کہتے ہو اس نے کہا کہ میں تو آپ کا نام لے کے کہتا
ہوں کہ میں ان کے پاس جاؤں گا' میں نے کہا بالکل غلطی کرتے ہو تم مت
کہو شیخ' تم مت کہو پیر مت کہو استاذ تم یہ کہو کہ میں اپنے دوست کے پاس
جانا چاہتا ہوں' میں اپنے کلاس فیلو کے پاس جانا چاہتا ہوں' ہم جماعت کے
پاس جانا چاہتا ہوں' اپنے کسی یار کے پاس جانا چاہتا ہوں' اس نے ایسے
ہی کہا' اس کے گھر والوں نے کہا کہ جاؤ اجازت ہے' ارے بھائی وقت
وقت کی کچھ بولیاں بھی ہوتی ہیں ہر پچاس سال کے بعد اردو کے اندر تبدیلی
آجاتی ہے' رائج الوقت بولی بولا جا رہا ہے تم اپنے دوست کے لئے 'تمہارا
شیخ تمہارا دوست نہیں ہے تو کیا تمہارا دشمن ہے؟ معاذ اللہ!

دوستی کے لائق

جب میں نے حضرت سے کہا کہ کس سے دوستی رکھی جائے' حضرت نے
فرمایا کہ تم یہ سوال کر رہے ہو؟ میں اس وقت نابالغ تھا فرمایا جس کو میرے
جیسا شیخ مل جائے اسے کسی دوست کی ضرورت ہے؟ اور حضرت مسیح الامت
نے فرمایا میرے' باجی نے فرمایا میرے پیارے حضرت نے فرمایا کہ بس ہم
دو دوستوں کے قائل ہیں مردانہ دوستی شیخ کے ساتھ' زنانہ دوستی اپنی بیوی
کے ساتھ' لہٰذا تم مت کہو کہ شیخ ہے مت کہو کہ پیر ہے بلکہ کہو دوست ہے

اپنا کام نکالو نیک رہو اور ایک رہو' اپنا مسلک چھوڑو مت دوسرے کا مسلک چھیڑو مت' اللہ کی رضا چاہئے چاہے گھر میں رضائی نہ ہو' یکسوئی مطلوب ہے چاہے گھر میں سوئی نہ ہو' اور فرمایا خود رائی رائی کے برابر نہ ہو' اس خود رائی کے خاتمے کے لئے اپنی ذاتی تجاویز جس سے ہمیں نقصان پہنچتا ہے اور منفعت کی بجائے ہم مضرت میں مبتلا ہوتے ہیں کسی اللہ والے کے قدموں میں اپنے آپ کو پامال کراؤ

کیا عجیب بات فرمائی کیا عجیب بات فرما گئے' مولانا رومؒ۔

قال را بگذار مرد حال شو
پیش مرد کاملے پامال شو

عمل رقال چھوڑو باتیں بنانا چھوڑو کام کے آدمی بنو اور کسی شیخ کامل کے قدموں میں اپنے آپ کو روندوادو' اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعمتِ زبان کا صحیح استعمال

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

مَنْ صَمَتَ نَجَا

توفیق الٰہی اپنے مرشد پاک کی برکت سے آج دوسری بار آپ کے علم و عمل کے مرکز میں اور خدا کے مبارک گھر مسجد میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

مسجد کی حاضری اور تعلق

مسجد کی طویل حاضری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر و بیشتر نشستیں مسجد میں رہتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں متقی وہ ہیں جو مسجد کے کھونٹے ہیں یعنی میری امت میں سے جو اپنے اندر تقویٰ کی دولت رکھتے ہیں ان کا دل مسجد میں لگا ہے۔

انسان چوبیس گھنٹے مسجد میں نہیں رہ سکتا لیکن اگر کوئی مومن چوبیس گھنٹے مسجد کی حاضری کا ثواب اور فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہے تو کیا

کرے میرے حضرت نے اس کا ایک عجیب نسخہ تعلیم فرمایا پانچ وقت نماز کے لئے تو مسجد جانا ہوتا ہی ہے' نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنی ضروریات کیلئے باہر آتے ہوئے اللہ تعالٰی سے عرض کرے کہ یا اللہ! جی تو چاہتا ہے کہ ہر وقت مسجد میں ہی رہوں آپ کے دربار میں رہوں لیکن کیا کروں ضروریات ساتھ لگی ہوئی ہیں اور ان ضروریات کو پورا کرنے کا حکم بھی آپ ہی نے دیا ہے ان کو پورا کرنے کیلئے آپ ہی کے حکم سے باہر جا رہا ہوں' لیجئے جتنی دیر نماز کے لئے مسجد میں رہا حقیقۃً مسجد میں تھا اور جب اس نیت سے اور اللہ تعالٰی سے اس وعدے کے ساتھ باہر گیا تو حکماً" مسجد میں ہے دکان پر بیٹھا ہے تو مسجد میں ہے مکان پر بیوی بچوں کے ساتھ ہے۔ تو مسجد میں ہے' اپنے کام کاج میں معروف ہے تو مسجد میں ہے' حقیقۃً اور جسماً" تو مسجد میں نہیں لیکن حکماً" روحاً" اور قلباً" مسجد میں ہے' سبحان اللہ عجیب نسخہ عطا فرما گئے۔

مومن کا تعلق ہر وقت مسجد کے ساتھ ہونا چاہئے اللہ کے گھر سے تعلق جوڑنا اللہ سے تعلق جوڑنا ہے' مکان سے تعلق مکان والے سے تعلق ہے' تو ہر وقت مسجد کی حاضری کا یہ نسخہ تعلق مع اللہ کا عجیب نسخہ ہے' اللہ تعالٰی توفیق عطا فرمائیں۔

زبان کی حفاظت

توفیق الٰہی سے مسجد کی اس حاضری میں آپ کے سامنے حدیث پڑھی
گئی من صمت نجا جو خاموش رہا نجات پا گیا' حق تعالیٰ کی بڑی عظیم نعمت جسے
زبان کہتے ہیں حق تعالیٰ اس کے غلط استعمال سے ہم سب کو بچالیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں دو عورتوں کا ذکر آیا
ایک بہت نمازیں پڑھتی تھی نفلی روزے بھی رکھتی تھی نفلی صدقات بھی
کرتی تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف
بھی دیتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عورت جہنمی ہے' کسی
صحابی نے دوسری عورت کا ذکر کیا جو تاکیدی اعمال کے علاوہ نہ زیادہ
نوافل پڑھتی تھی نہ نفلی روزے رکھتی تھی نہ زیادہ صدقہ خیرات کرتی تھی
بلکہ پنیر کے ٹکڑے وغیرہ کسی مستحق کو دے دیتی تھی لیکن یہ خوبی تھی کہ اپنی
زبان سے پڑوسیوں کو ایذا نہ دیتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
وہ جنتی ہے' اور اصل بات یہی ہے کہ ہم سے مخلوق خدا کو تکلیف نہ پہنچے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا من المسلم؟ مسلمان کسے کہتے
ہیں؟ کہ ہم تو اپنی زبان میں "مسلمان" کہتے ہیں اور مسلمان تو تثنیہ کا صیغہ
ہے یعنی دو مسلم' اصل لفظ تو مسلم ہے' مگر بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں' جو
مختلف زبانوں میں رائج ہو جاتی ہیں اور اسی اعتبار سے سمجھی جاتی ہیں' مسلم
کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ"

دیکھو مسلمان کامل وہ ہے اچھا عمدہ بڑھیا مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور جس کے ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کی حفاظت حاصل ہو' دوسرے مسلمانوں کو سلامتی حاصل ہو' دوسرے مسلمان مامون رہیں' محفوظ رہیں یعنی نہ زبان سے کسی کی دل آزاری کرتا ہو اور نہ ہاتھ کا غلط استعمال کرتا ہو۔

زبان ایک قابلِ قدر نعمت ہے

زبان بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اگر وجود انسان کے اندر آپ غور کریں بلاشک و شبہ سر سے لے کر پیر تک سب سے زیادہ عظیم نعمت زبان ہے یہ ترجمان قلب بھی ہے یہ آپ کے دل کی نمائندہ بھی ہے آپ کے قلب کی سفیر بھی ہے اور عجیب چیز اللہ پاک نے عطا فرمائی آپ جتنی چاہیں اس کے ذریعہ نیکیاں کما سکتے ہیں اور آخرت کے لئے نیکیوں کے بڑے بڑے خزانے جمع کر سکتے ہیں سر سے لے کر پیر تک جسم کے اندر کوئی دوسرا عضو نہیں جس سے اتنی نیکیاں آپ کما سکیں' یہ بڑے کمال کی چیز اللہ پاک نے عطا فرمائی ہے' عجیب و غریب نعمت ہے۔

اور دیکھو! اس کو برا مت کہا کرو' بلکہ اس سے اچھے کام لیا کرو میرے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ زبان کی مذمت ہی میں مشغول رہتے

ہیں ارے بھائی زبان کی مذمت کیوں کرتے ہو؟ یہ تو قابل مذمت جب ہو جب غلط باتوں میں مشغول ہو' اور اس کا استعمال بھی اختیاری ہے غیر اختیاری نہیں جس طرح آپ چاہیں گے یہ اس طرح چلے گی' اور آپ مذکر ہیں اور یہ مونث ہے اور ظاہر بات ہے کہ مونث مذکر کا کہنا مانے گی؟ یا مذکر مونث کا کہنا مانے گا؟ بھئی! زبان تو مونث ہے اور انسان خود یہ مذکر ہے' اور کہنا کون کس کا مانے گا؟ ظاہر ہے کہ مونث مذکر کا کہنا مانے گی تو جس طرح آپ کہیں گے اس طرح چلے گی۔

اس کا غلط استعمال بھی بہت ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اس کا غلط استعمال اس قدر ہے فی زمانہ توبہ توبہ اس کی بڑی لمبی تفصیل ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مفکر اسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ لکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ کم لکھا ہے اگر اس دور کے اعمال ان کے سامنے ہوتے تو نہ معلوم کتنا لکھتے؟ **منہاج العابدین' الاربعین' المرشد الامین** اور ان کی سب سے بڑی کتاب احیاء العلوم کو اگر آپ دیکھیں تو زبان پر بہت کچھ لکھا ہے' معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ نے اس کے مقاصد ان پر کھول دیئے کہ اس سے کتنے فسادات برپا ہوتے ہیں! توبہ! توبہ! گانا' غلط شعرو شاعری کا ہے سے ہوتی ہے؟ پیروں سے؟ ہاتھوں سے؟ زبان سے۔

گانا سننے کا نقصان

حدیث شریف میں ہے کہ گانا بجانا دل میں نفاق کی نشوونما ایسے کرتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اگاتا ہے اور اسے پروان چڑھاتا ہے۔ توبہ! توبہ! گانا گانے سے اور گانا سننے سے آدمی میں نفاق پیدا ہو جاتا ہے کہ ایمان کے اندر کھوٹ پیدا ہو جاتا ہے میں آسان الفاظ میں آپ کے سامنے یہ بات پیش کروں کہ اول تو یہ گانا گانے سے اور گانا سننے سے ایمان میں کفر آجاتا ہے یعنی کفر کے قریب ہو جاتا ہے توبہ! توبہ! بے حد نقصان ہوتا ہے ایمان کی جڑیں نکل جاتی ہیں۔

دین اور مال کی بربادی کے ذرائع

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے ایمان کا نقصان کرنا ہو کسی شاعر کی صحبت اختیار کرلے اور جس نے اپنی دنیا برباد کرنی ہو حکیم کی صحبت اختیار کرے ہر شاعر ایسا نہیں ہوتا لیکن اکثر ایسے ہی ہوتے ہیں' جو شعراء اللہ کے مقبول ہیں جیسے مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ' حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ' شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ رومی ہند حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ ان حضرات کا کلام'

عارفانہ کلام ہے اور انہوں نے بزرگوں کے ارشادات کو' فرمودات کو' ملفوظات کو' نصائح کو سمیٹ کر بہت ساری چیزوں کو مختصر الفاظ میں اپنے منظوم کلام میں پیش کیا ہے اور ہر شاعری مذمت نہیں لیکن زیادہ تر غلط بیانی کرنے والے اور مبالغہ کرنے والے ہوتے ہیں' اسی طرح سے لوگ حکماء کے پاس اپنی دنیا برباد کر لیتے ہیں' ہر وقت ان کے پاس قوت باہ کی باتیں ہیں' مفرحات کی باتیں ہوتی ہیں' مقویات کی باتیں ہوتی ہیں' کشتوں کی باتیں ہوتی ہیں حضرت فرمایا کرتے تھے کہ خمیرہ جات اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں لیکن ہیں امراء کے چونچلے' اور یہ بھی فرمایا کہ لوگ خمیروں کے ذریعہ حافظہ چاہتے ہیں' خمیروں سے کہاں حافظہ پیدا ہوتا ہے؟ حافظہ پیدا ہوتا ہے تقویٰ سے ..... میرے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ تقویٰ سے تقویت حاصل کرو' وہ اللہ کا مقبول جلال آباد کا بادشاہ کہہ گیا کہ تقویٰ سے تقویت حاصل کرو' کہاں سے قوت حاصل کرنا چاہتے ہو؟ وہ قوت آپ کو حاصل ہوگی تو تقویٰ سے حاصل ہوگی اور اللہ کے خوف سے حاصل ہوگی' گناہوں کو چھوڑنے سے حاصل ہوگی' اب دیکھئے زبان کا کتنا بڑا گناہ ہے؟ توبہ! توبہ! گانا گانا اور پھر اس گانے کو اپنے کانوں سے سننا یا اللہ توبہ! دل کا کیا بنے گا؟ یہ مرکز تجلیات ہے' یہ مرکز نور ہے' مرکز ہدایت ہے' اعمال کا یہ مرکز ہے اس کا کیا بنے گا؟ کیسے کیسے روگ اس کے اندر پیدا ہو جائیں گے؟ تو اللہ کے بندے اپنے اوپر رحم کر جو اپنا خیر خواہ نہیں وہ دوسرے کا خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جھوٹ کا گناہ

اور اس سے جھوٹ بولتے ہیں، اور آج کے دور میں جھوٹ بولنا فن سمجھا جاتا ہے، یہ بے ایمانی کی بات ہے، بعض تاجر یہ کہتے ہیں اور بے ایمانی کی بات کہتے ہیں کہ بغیر جھوٹ کے تجارت نہیں چلتی، یہ بات غلط ہے اگر انہوں نے ایسا کہا ہے تو وہ اپنے ایمان کی تجدید کریں، کیسی گندی بات زبان پر لائے ہیں، ایمان کو تم نے کتنے سو کلو میٹر پیچھے چھوڑ دیا ایسی گندی بات کے بغیر جھوٹ کا کاروبار نہیں چلتا، آیئے میرے ساتھ چلئے میں لاکھوں تجارتیں آپ کو دکھا سکتا ہوں جو سچائی پر چل رہی ہیں، اگر ایسا نہ ہوتا تو قیامت قائم ہو جاتی، سچ کی برکت سے تو دنیا قائم ہے، سچے قیامت تک رہیں گے، کونوا مع الصادقین فرمایا گیا ہے سچوں کے ساتھ رہو، معلوم ہوا کہ سچوں کا وجود ہے، سچائی کا وجود ہے، سچائی سے کام چل رہا ہے، تم بے ایمانی کی بات کرتے ہو، کہ جھوٹ کے بغیر کاروبار نہیں چلتا، اللہ کے مقبولوں کے پاس آؤ اور اپنی فٹنگ پھر سے کراؤ، اللہ کے مقبولوں کی صحبت کی ضرورت ہے، گاڑی تمہاری خراب ہو جاتی ہے، تو آٹو شاپ لے جاتے ہو ٹھیک کرانے کے لئے کبھی ایمان کی گاڑی کا بھی تم نے خیال کیا ہے کہ کتنی بگڑ چکی ہے؟ تمہارے ذہن میں یہ بات آگئی بے ایمانی کی کہ جھوٹ کے بغیر

کاروبار نہیں چلے گا توبہ! توبہ! میرے عزیز! تو اپنے ایمان کی تجدید کر لے اسی میں خیر ہے' نیکیوں کی برکت سے رزق ملتا ہے آزما کر دیکھ لو' واقعات سنانے کا موقع نہیں ہے ورنہ میرے سامنے اپنی آنکھوں دیکھے واقعات بھی موجود ہیں کہ ہمارے شہر سے جھوٹے مٹ گئے' آج پوری منڈی کے اندر سچائی سے کام کرنے والے ہیں اور جو ان کو مطعون کرتے تھے' طعنے دیتے تھے' نام و نشان نہیں رہا ان طعنے دینے والوں کا' اور وہ بیچارے مسکین جو سچائی کے ساتھ اپنا روزگار کرتے تھے آج الحمدللہ وہاں کی تجارت پر غالب ہیں' روزی رساں میرا اللہ ہے' وہ رازق ہے۔

رزق مقسوم ہے' رزق مل کر رہے گا' جس طرح موت آکر رہے گی' روزی مل کر رہے گی' یہ تو کوئی مسئلہ نہیں' میں آپ سے قسم کھا کر کہتا ہوں میری بات پر اعتبار کرنا' اور قسم سے جیسے کہ اعتماد بڑھانے کا کوئی ذریعہ نہیں' یہ روزی کا مسئلہ کوئی مسئلہ نہیں' اصل مسئلہ ہے تعلق مع اللہ کا جس نے ہمیں پیدا کیا' جس نے ہمیں ایمان دیا' جس نے ہمیں انسان بنایا' جس نے ہمیں اپنے حبیب کا امتی بنایا' آج ہمارا تعلق اس کے ساتھ ٹوٹا ہوا ہے یا جڑا ہوا ہے؟ اس بات کی فکر کرو' روزی تو مل کر رہے گی۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی الٹا لٹک جائے اور ہزار والی تسبیح لے لے جس میں ایک ہزار دانے ہوں اور یوں کہے یا اللہ روزی نہ دے' یا اللہ روزی نہ دے' یا اللہ روزی نہ دے' روزی پھر بھی مل کر

رہے گی' یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے' جس طرح موت کا آنا یقینی ہے روزی کا ملنا بھی یقینی ہے' لیکن جائز امور میں دنیا کے اندر آپ کو قناعت کا درجہ بھی اختیار کرنا چاہئے' دین میں قناعت نہیں ہے' مباحات کے اندر قناعت ہونی چاہئے' تقلیل ہونی چاہئے' ہمارے ہاں بالکل ترک مباحات نہیں ہے' خدا کے لئے کچھ سوچو تو سہی کہ ایسا مسئلہ کہ جو بے چین کر رہے گی' اس کے لئے مارے مارے پھرتے ہو' ارے! مارے مارے پھرو تو اپنے ایمان کو بچانے کے لئے' تعلق مع اللہ کے لئے' تعلق مع اللہ یعنی جس مولیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے اس کے ساتھ تعلق جوڑنا فرض ہے' ہم نفل میں گفتگو نہیں کر رہے' آپ کے سامنے فرض میں گفتگو کر رہے ہیں ہم ایک فریضے کی انجام دہی کی طرف آپ کو متوجہ کر رہے ہیں لہٰذا زبان کی حفاظت کرو۔

مایلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید کچھ تیری زبان سے الفاظ نہیں نکلتے لیکن ان الفاظ کو نوٹ کرنے والا نگران موجود ہے' اس بات کو سوچ لے!

یہ بھی فکر ہونا چاہئے کہ زبان سے جو کلمات نکل رہے ہیں یہ ان کے پسندیدہ ہیں یا نہیں؟ جھوٹ بول رہا ہے' دانستہ جھوٹ بول رہا ہے' حدیث شریف میں آتا ہے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' جب آدمی جھوٹ بولتا ہے تو رحمت و برکت کے فرشتے ایک میل دور چلے جاتے ہیں' کیا ہے یہ؟ جھوٹ کی بدبو سے' وہ ہزار پانچ سو میل جس کو علمائے حدیث

نے بتایا ہے وہ تقریباً دو کلو میٹر کے برابر ہے اس قدر بدبو ہوتی ہے اس قدر بدبو ہوتی ہے کہ ملائکہ اس بدبو کے آگے ٹھہرتے نہیں فرشتے جو بندے کے پاس اللہ کی رحمت ہیں اور برکت ہیں یاد رکھئے اگر وہ نقصان سے بچالے' انعامات سے نوازے تو کیا ہوا؟ انہوں نے اس کو مورد رحمت بنالیا' رحمت وارد فرمائی' اور اگر ایسے بن گئے کہ انعامات سے محرومی ہوگئی خیر و برکت سے محرومی ہوگئی تو پھر انسان لعنت زدہ ہوتا جاتا ہے جب رحمت نہیں ہوتی تو پھر لعنت ہوتی ہے توبہ توبہ اس قدر تعفن اور بدبو ہے جھوٹ کے اندر' اور روزی کی برکت جاتی رہتی ہے جھوٹ بولنے سے۔

اللہ تعالیٰ نے تجھے دکان دی ہے یا اچھی ملازمت دی' اچھا ذریعہ معاش عطا فرمایا' ارے پھر اپنی روزی کے اڈے پر جھوٹ بولتا ہے توبہ! توبہ! ہوکہ عبادت گاہ ہے یہ رکھنا میرے حضرت فرماتے تھے کہ ملازم کی ملازمت گاہ اس کے لئے عبادت گاہ ہے' تاجر کی تجارت گاہ اس کے لئے عبادت گاہ ہے' آپ نے عبادت گاہ کو مختصر کرکے رکھ دیا صرف مسجد تک' یہ مدرسہ بھی عبادت گاہ ہے' مسلم کی تجارت گاہ بھی عبادت گاہ ہے' مسلم ملازم کی جو ملازمت گاہ ہے' اس کے لئے وہ بھی عبادت گاہ ہے' مسلمان کے رہنے کے جو مکان ہیں' رہائشی مکان وہ بھی عبادت گاہ ہیں' اگر آپ مسلمان کی زندگی دیکھیں' دن رات کی زندگی عبادت گاہوں میں ہے' مدرسہ میں پڑھنے آیا' پڑھانے آیا' عبادت گاہ میں آیا ہے۔

یہاں پر حاضر ہوا عبادت گاہ میں ہے' کسب حلال کے لئے دکان پر گیا
عبادت گاہ میں ہے' ملازم ملازمت پر گیا' عبادت گاہ میں گیا' جسم کا حق ادا
کرنے' بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے مکان پر گیا' بستر پر لیٹا تو
کہاں ہے؟ عبادت گاہ میں ہے' بظاہر یہ آرام گاہ ہے لیکن درااصل عبادت
گاہ ہے' مومن ہر وقت عبادت گاہ میں ہے اللہ کے دین کے لئے متحرک رہتا
ہے سبحان اللہ! اس کا چلنا پھرنا سب عبادت گاہ میں ہے۔

زبان کی احتیاط بے حد ضروری ہے ورنہ زبان کی بے احتیاطی سے توبہ
توبہ! انسان بعض دفعہ بالکل بے ایمان اور کافر تک ہو جاتا ہے۔

غیبت و چغلی

میاں بیوی کے تعلقات اگر بگڑتے ہیں تو زبان کی بے احتیاطی سے
بگڑتے ہیں' یہ مانی ہوئی بات ہے یہاں تک نوبت آتی ہے کہ گھر برباد ہو جاتا
ہے' خدا کرے کبھی کسی کے ہاں ایسا نہ ہو' طلاق سے عرش الہیٰ ہل جاتا
ہے' اگر کسی سے یہ غلطی ہو گئی ہے' اللہ کے مقبولوں سے معلوم کرے اس
کی تلافی کیسے ممکن ہے؟ وہ بتائیں گے اس کا تریاق' آئندہ کے لئے عزم
کر لے زبان کی حفاظت کا' آئندہ ایسا نہیں ہونے دوں گا اگر ایسا ہوا تو برا
ہو گا' غیبت میں اگر لڑانے کی نیت کر لی جائے تو چغلی بن جاتی ہے' زبان

جماعت کا ہے کہ لئے؟ تاکہ وہ مسلمان لڑیں' توبہ! توبہ! ارے بھائی تم توڑنے والے ہو؟ توڑنے والے ہو؟ یا جوڑنے والے ہو؟ اپنا فریضہ پہلے معلوم کرو اس امت کا فریضہ کیا ہے؟ توڑنے کا ہے یا جوڑنے کا ہے؟ جوڑنے کا ہے..... تو پھر تم کیوں الٹ کام کرنے لگے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ چغل خور جنت میں نہیں جائے گا' محدثین فرماتے ہیں کہ دوزخ میں اس چغل خوری کی سزا پانے کے بعد جائے گا العیاذ باللہ کون دوزخ کو اور دوزخ کی سزا کے عذاب کو برداشت کر سکتا ہے توبہ! توبہ! اس قدر خطرناک عذاب ہے' ایک سیکنڈ کے لئے بندہ دیکھنا بھی گوارا نہیں کر سکتا عذابوں کی ہم میں سہار نہیں' حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا چارپائی سے پھانس لگ جاتی ہے یا کوئی ٹھوکر لگ جاتی ہے تو اس تکلیف کی سہار نہیں' عذاب نار کو کون برداشت کر سکے گا؟ الٰہی توبہ! الٰہی توبہ! فرمایا کرتے تھے "چھوٹا منہ بڑی بات میں اللہ سے عرض کرتا ہوں یا اللہ عذابوں کی سہار نہیں ہے' معافی کرنا اہل جنت کی صف نعال میں جگہ عطا فرما" یہ بہانہ ہے ورنہ جنت میں وہاں جوتے نہیں ہوں گے' نہ وہاں جوتیوں کی ضرورت ہوگی' جوتیوں کی ضرورت تو وہاں ہے جہاں پر میں کچھ گندگی لگنے کا خطرہ ہو' جب تمہارے پیر کو تکلیف نہیں پہنچے گی تو جوتیوں کی ضرورت نہیں تو یہ کیوں کہا؟ کہ صف نعال میں جگہ عطا فرما؟ اس لئے تاکہ عذاب نار سے تو حفاظت ہو جائے۔

چغلی خوری توبہ! توبہ! مسلمانوں کو آپس میں لڑانا حسد کی شکل ہے، بغض اس میں ہے، غیبت اس میں ہے، مسلمانوں کے اندر توڑ پیدا کرنا جائے جوڑ کے تو توڑ کا گناہ اور توڑ کی معصیت چغلی خوری کے گناہ کے علاوہ ہے، اور غیبت اتنا خطرناک گناہ ہے کہ صحابہ کرام مجلس شریف میں حاضرباش تھے، موجود تھے، آپ نے پوچھا تم جانتے ہو غیبت کسے کہتے ہیں؟ یہ آپ نے خود پوچھا، صحابہ نے عرض کیا اللّٰہ اعلم و رسولہ اللہ اور اس کا رسول سب سے بہتر جانتے ہیں اور سب سے زیادہ جانتے ہیں یہ کمال ادب کی بات ہے، صحابہ جیسا کوئی باادب نظر نہیں آتا، آپ نے فرمایا کہ "غیبت اسے کہتے ہیں کہ کسی کا ایسے طور پر ذکر کرنا کہ جب وہ سنے تو اس کو ناگوار ہو اس سے معلوم ہوا کہ پس پشت ذکر کرنا اور لیکن آپ نے پس پشت کا لفظ استعمال نہیں فرمایا، کسی کا ایسے طور پر ذکر کرنا کہ جب وہ سنے تو اسے ناگوار ہو، اسے غیبت کہتے ہیں، کتنا جامع کلام ہے۔

سبحان اللہ! کلام کی بلاغت اور جامعیت آپ پر ختم ہوگئی، نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے مضامین مختصر الفاظ میں بیان کرنے کا معجزہ رکھا ہوا ہے، وہ دور بھی ایسا تھا، ابوجہل موجود تھا یعنی ابوجہل، اس کو بڑا گھمنڈ تھا اس بات کا کہ پورے عرب میں نہ میرے جیسا کوئی فصیح ہے نہ بلیغ، لیکن جہاں آپ کے کلمات اس نے سنے تو بے تاب ہو کر رہ گیا، بظاہر تو وہ مخالفت کرتا تھا لیکن رات کو اس وقت تک نہ سوتا تھا

جب تک کہ آپ کی تلاوت نہ سن لیتا اس کے بغیر اسے نیند نہیں آتی تھی قسمیں کھا کر کہتا تھا کہ یہ نبی کا کلام ہے' خدا کی قسم! یہ کلام بشر کا کلام نہیں ہو سکتا' اتنا اعتراف کفار میں بھی تھا' لیکن تحاسد نے برباد کر دیا' اہل خاندان کو تحاسد نے برباد کر دیا کہ نبوت و رسالت اور امامت ہر چیز آپ ہی کو کیوں نصیب ہوئی لیکن یہ تو ذات باری تعالیٰ کی طرف سے عطا تھی۔

عزیزان من! غیبت بہت خطرناک گناہ ہے' کتنا خطرناک ہے؟ آپ نے فرمایا الغیبۃ اشد من الزنا یہ زنا سے زیادہ برا ہے' بدکاری سے زیادہ سخت ہے' کس لئے؟ توبہ! توبہ! کبھی بھی وہ حرکت کسی سے بھی نہ ہو اگر کسی سے ہو جاتی ہے تو شرمندگی اس پر غالب آ جاتی ہے' وہ جلدی شرمسار ہوتا ہے' نادم ہو جاتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے' لیکن اس غیبت کرنے والے کو توبہ کی توفیق ہی نہیں ہوتی' کیونکہ اس کو احساس ہی نہیں کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے۔

جالینوس سے کسی نے پوچھا' سب سے خطرناک مرض کون سا ہے؟ شیخ جالینوس نے اپنے شاگردوں کو دوران درس بتلایا' وہ لیکچر دے رہے تھے کہ سب سے خطرناک مرض وہ ہے جس کا احساس نہ ہو' حکیم جالینوس نے کہا مرض کتنا ہی خطرناک ہو' اگر احساس ہو جائے تو پھر وہ مرض مرض نہیں رہتا اور قابو میں آ جاتا ہے' ٹھیک ہو جاتا ہے یہاں بھی یہی بات ہے کہ غیبت کا رزیلہ اور غیبت کا جو مرض ہے اس کا احساس نہیں ہوتا' جب

احساس نہیں ہے تو بندہ توبہ بھی جلدی نہیں کرتا' صحابہ نے عرض کیا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم وہ بات کریں جو اس میں نہیں' یعنی یہ تو وہ بات ہے جو واقعی اس میں موجود ہے' صرف اس کو نقل کیا گیا ہے' اس پر آپ نے فرمایا اگر وہ بات کہی جو اس میں نہیں تو یہ تہمت ہے۔

امامؒ رحمتہ اللہ علیہ نے تین روایتوں کو ملا کر بیان فرمایا' سبحان اللہ! غیبت زنا سے زیادہ بری ہے' تہمت غیبت سے زیادہ بری ہے' اور ایک روایت اور لائے تھے فرمایا اس کو شامل کرو' اور بدگمانی تہمت سے زیادہ بری ہے' توبہ! توبہ!

غیبت زنا سے زیادہ بری ہے اور تہمت غیبت سے زیادہ بری ہے اور بدگمانی تہمت سے بھی زیادہ بری ہے۔

بدگمانی و بدزبانی

جب بندہ کسی کی جانب سے بدگمان ہوتا ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ بدگمان ہونا یا بدگمانی کے کلمات زبان پر لانا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ انتہائی جھوٹ ہے' یہ انتہائی جھوٹ ہے توبہ! توبہ! اور گمان سے بہت بچنا چاہیے' دوسرے کی جانب سے خیالات لانا' اس سے بہت بچنا چاہیے' دو آدمی بات کر رہے ہیں اور یہ خواہ مخواہ خیالات پکا رہا

ہے کہ میرے بارے میں گفتگو ہو رہی ہے' بہت بری بات ہے' میرے عزیزو!
ایسا کبھی مت سوچو' اس طرف ذہن نہ لے جاؤ ورنہ تیرا نقصان ہو گا اور نہ تو
کسی کے بارے میں سراغ لگا' اور یہ سراغ رسانی کا محکمہ شریعت نے
حکومت کے حوالے کیا ہے' عوام کے حوالے نہیں کیا' عوام کو حق نہیں کہ
کسی کا سراغ لگائیں' حکومت کو حق دیا ہے شریعت نے' بے شک مملکت کے
نظم و نسق کے لئے اگر وہ یہ معلوم کرنا چاہے کہ کون کس حال میں ہے؟ کیا
کر رہا ہے؟ تو حکومت وقت کو اس کا حق ہے لیکن ہمیں تجسس کا حق نہیں
ہے کہ ہم کسی کی حالت کا سراغ لگائیں' دیکھو نہ بری حالت کا سراغ لگاؤ نہ
اچھی حالت کا سراغ لگاؤ یہ آپ کا کام نہیں ہے' جن کا کام ہے ان کو
سونپ دیا گیا ہے' آپ کو تو منع کیا گیا ہے کہ تم تجسس کے قصے میں اور کسی
کے بھید کے قصے میں مت پڑو' اچھی حالت کا بھید ٹٹولو نہ بری حالت کا بھید
ٹٹولو۔

زبان کی نیکیاں

زبان کی حفاظت کیجئے' ایسی عجیب نعمت ہے' ایسی عجیب و غریب نعمت
ہے کہ آپ اس سے بے شمار نیکیاں کما سکتے ہیں' اور نیکیوں کے بڑے بڑے
ذخیرے اور خزانے آپ آخرت کے لئے جمع کر سکتے ہیں' لیکن.... اگر اسی

بے احتیاطی برتی کہ جن بے احتیاطیوں میں سے دو چار عرض کی گئی ہیں' تو نقصان ہوگا' بعض دفعہ انسان خسر الدنیا والآخرۃ (دنیا اور آخرت کا خسارہ) ہوجاتا ہے' اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

خاموشی

آپ اس زبان کے ذریعے کیا کریں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا' اے ابو ذر میں تجھے دو باتیں بتلاؤں' وہ دو باتیں بندے پر بڑی ہلکی ہیں' کوئی ان کا بوجھ نہیں اور اگر عمل کرلے تو میزان عمل میں بہت بھاری ہیں اور چاہئے بھی یہی کہ میزان عمل میں ہمارے نیکیوں کے پلڑے کے اندر وزن ہو گے' ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ تڑپ اٹھے' آپ بیان کرنے ہی والے تھے' اپنی طلب کا اظہار کیا کہ یا رسول اللہ! وہ دو باتیں ضرور بتلا دیجئے' وہ دو باتیں کون سی ہیں؟ جو انسان پر تو ہلکی' نیکیوں کے پلڑے میں بہت بھاری ہیں' آپ نے فرمایا : بندے کی خوش اخلاقی اور لمبا سکوت' بندے کی خوش اخلاقی اور طول صمت آپ نے فرمایا یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ بندے کا اس کے کرنے پر کیا لگتا ہے' خوش اخلاقی میں طبیعت انسان کی چلتی ہے' اور لمبے سکوت میں کیا خرچ کرنا پڑا؟ کیا محنت کرنا پڑی؟ بلکہ تعب سے بولنے کی محنت اٹھانے سے اور مشقت

اٹھانے سے بچا' فرمایا یہ دو باتیں ایسی ہیں ابوذر! بندے پر بہت ہلکی اور نیکیوں والے پلڑے میں' میزان عمل میں بہت بھاری ہیں' اللہ تعالیٰ ہمیں خوش اخلاقی کی توفیق عطا فرمائے۔

خوش اخلاق

میرے ابا جی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے' اہل ایمان میں سب سے بہتر مومن وہ ہے جو خوش اخلاق ہو اور خوش اخلاق کے اندر زبان کے استعمال کا دخل بہت زیادہ ہے' اس کو یاد رکھنا' اور جب یہ بگڑتی ہے تو ساری خوش اخلاقی اور خاطر مدارات سب دھرے رہ جاتے ہیں' حضرت فرمایا کرتے تھے : اہل ایمان میں سب سے بہتر مومن وہ ہے جو خوش اخلاق ہو' اور خوش اخلاق مومنین میں سب سے بہتر مومن وہ ہے جس کا رویہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ بہتر ہو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے' میاں بیوی کے تعلقات بہت بہتر رہنا چاہئیں' انشاء اللہ اس کا نتیجہ بہت عمدگی کے ساتھ آپ کو کہاں نظر آئے گا؟ بچوں کی تربیت میں نظر آئے گا' بچے بے ڈھنگے ہوں کوئی سلیقہ نہ ہو' کوئی شعور نہ ہو اور یہ بے ڈھنگا پن بہت زیادہ ہو تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ پچیس فیصد' پچاس فیصد اور کہیں پچھتر فیصد میاں بیوی کے تعلقات بگڑے ہوئے ہیں' ورنہ دونوں کے تعلقات بہتر ہوتے

اور بچوں کی تربیت کے لئے اپنے مربی کے مشورے سے کوئی حکمت عملی طے کرلیجئے' انشاء اللہ بچوں میں بگاڑ نہ آئے' آج بھی اس کا موقع ہے' میرے حضرت شوہر کی بداخلاقی پر فریاد کرتے تھے کہ آج کے میاں' میاؤں ہیں میاؤں! اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

ایک عالم نے' بابا جی سے کہا ان کے بارے میں مجھے سب معلوم ہے کہ کون مجھے' ڈرتے ڈرتے آپ حضرات کے فائدے کے لئے عرض کررہا ہوں اور تاکہ مجھے بھی نصیحت رہے" ابا جی سے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے آپ مجھے زن مرید بنانا چاہتے ہیں" کہا تو ادب سے" ابا جی نے فرمایا : سو بار! اگر زن مرید بن کر بھی گھر چل جائے تو بڑا غنیمت ہے' لیکن اس بات کو انہوں نے نہ مانا نہیں' گھر برباد ہوگیا' پاکستان کے نوعمر عالم ہیں ان کا گھر برباد ہوگیا اور انہوں نے یہ بات ہمیں خود سنائی' یہ بات مجھے ابا جی سے نہیں پہنچی بلکہ ان عالم صاحب نے یہ بات مجھے خود سنائی' خط میں لکھی اب مجھ سے پوچھتے ہیں' اس کا حل کیا ہے؟ شعا حل بتاؤ؟ جب تم نے میرے محبوب کی بات کی قدر نہ کی اور قدر شناس نہ نکلے' اب مجھ سے پوچھتے ہیں اس کا حل کیا ہے؟ گھر برباد کرنے کے بعد۔

حضرت نے بڑی حکیمانہ اور مربیانہ بات فرمائی کہ زن مرید بن کر بھی گھر بسا رہے تو بڑا غنیمت ہے' اور حقیقت کی بات ہے آپ اپنے آپ کو سوا کرلیجئے' صاحب نسبت بنالیجئے' اللہ کے مقبول کی تعلیم کی برکت سے اور

تربیت کے فیضان سے آپ اللہ کے ولی بن جایئے پھر دیکھئے گھر میں انقلاب آتا ہے یا نہیں؟ انقلاب' تبدیلی منحصر ہے اس بات کی کہ آپ اپنے اندر تبدیلی لائیں۔

میرے حضرت نے ایک عجیب بات فرمائی کہ اگر انسان گھر کی چار دیواری کے اندر معمولات کا اہتمام کرے' احکام کی پابندی کرے اور معاصی کو بالکلیہ چھوڑ دے' صبح کو جلدی اٹھا کرے' معمولات کی پابندی کرے' زیادہ گلے شکوے کی نوبت نہیں آئے گی' گھر میں انقلاب آجائے گا' فرمایا : میری بات مان لو' اب میں آخر میں کہتا ہوں حضرت نے فرمایا : کہ مجھ تجربہ کار بڈھے کی تمہیں ہمیشہ ضرورت محسوس ہوگی' یہ فرما گئے میری بات مان لو' میری ضرورت میرے تجربات کی ضرورت ہمیشہ محسوس ہوگی' معمولات کی پابندی کرو' صبح کو جلدی اٹھو' انشاء اللہ تعالیٰ گھر میں انقلاب آجائے گا۔

گھر میں بگاڑ کے کئی سبب ہیں' اس بگاڑ کے اسباب میں سے ایک ایک سبب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ صبح کی نماز کو خراب کرنا اور دیر سے اٹھنا' اس وجہ سے بھی گھر کی اصلاح میں تاخیر ہوتی ہے' آپ یقین جانئے' تہجد کی نماز نافلہ نفل ہے' آپ گھر میں تہجد پڑھنا شروع کر دیجئے' چند دن کے بعد ہی بیوی بچے متاثر ہو جاتے ہیں گھر والی بہت پیار سے کہتی ہے کہ منا کے ابا بہت رات کو اٹھتے ہیں' رات کو عبادت کرتے ہیں' ترس کھانے لگتی ہے'

وقت پر ناشتہ دینے لگتی ہے' ضروریات کا خیال کرنے لگتی ہے' ارے کہا سنا کچھ بھی نہیں' اپنے اخلاق کی حفاظت کرو' یاد رکھو! اگر اخلاق کی حفاظت ہوگی تو وہ زبان کی حفاظت سے ہوگی' اخلاق کا تحفظ اگر ہو سکتا ہے تو وہ حفظ لسان سے ہوگا۔

یحییٰ ابن اکثم رحمتہ اللہ علیہ امام بخاریؒ کے استاد' خلیفہ ہارون الرشید کے محل میں تھے' خلیفہ ہارون الرشید نے غلام سپاہی سے پانی مانگا' غلام نے پلٹ کر کہا کیا لگا رکھا ہے یا غلام' یا غلام رات کو بھی چین نہیں لینے دیتے' خلیفہ ہارون الرشید اٹھے اور اٹھ کر پانی پیا' یحییٰ ابن اکثم یہ ماجرا دیکھ رہے تھے' حضرت نے صبح کو کہا یا امیرالمومنین! آپ اپنے غلام کی بھی تو اصلاح کیجئے اس کو سدھاریئے' حتیٰ اتنا بے لگام کہ رات کو پانی بھی نہیں دیا اور اس طرح جواب دیا ہے آپ نے کچھ بھی نہیں کہا' اٹھ کر پانی لے لیا' آپ کی تواضع کی بات ہے لیکن اس کو بھی تو سدھاریئے ہارون الرشید نے بڑا عارفانہ جواب دیا' حضرت میں سب سمجھتا ہوں میں جس طرح آپ فرما رہے ہیں اس طرح اس کو سدھار سکتا ہوں لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ہارون الرشید کے اخلاق متاثر ہو جائیں گے اور اس کے نتیجے میں رعیت پر زیادتی ہو جائے گی' میں نہیں چاہتا کہ معمولی معمولی تکالیف کی بنا پر میرے اخلاق متاثر ہوں' چھوٹی چھوٹی باتوں میں اپنے اور اپنے اخلاق کو خراب کروں' عوام کے حقوق کو پامال کروں' میں اس چیز کو گوارا

نہیں کرتا' لہٰذا میں ان کو ان کی حالت پر چھوڑ کر اپنے اخلاق کی حفاظت کرتا ہوں' اگر میرے اخلاق خراب ہوگئے تو رعیت پریشان ہو جائے گی' کیسی عجیب بات فرمائی' ہمارے کئی بزرگوں نے اپنے مواعظ کے اندر اس حکایت کو مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔

عزیزانِ من! زبان کی حفاظت کیجئے' اور زبان کے ذریعے جو معاصی کا صدور ہے' ان کو ترک کیجئے' چاہے اس میں آپ کو تکلیف اٹھانا پڑے' اللہ کے مقبولوں نے زبان کی حفاظت کے لئے بے حد کوشش کی ہے' مجدد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے محبوب خلیفہ خواجہ صاحب سے کہا کہ چھ مہینے تک شعر آپ کی زبان پر نہیں آنا چاہئے' اباجی فرمایا کرتے تھے رستی ان کے ہاتھ میں ہوتی تھی' وہ چھوٹا رومال جو جیب میں رکھتے ہیں ہاتھ یا ناک صاف کرنے کیلئے' اباجی اس کو رستی فرمایا کرتے تھے فرمایا کہ میں نے خود دیکھا کہ رستی خواجہ صاحب کے ہاتھ میں ہے اور زبان کو پکڑا ہوا ہے اور وجہ یہ بیان کی کہ طبیعت کچھ مائل ہو رہی تھی اشعار کے نکالنے کی طرف کہیں شیخ کے ارشاد کی خلاف ورزی نہ ہو جائے' لہٰذا میں اس چھوٹے رومال سے زبان کو تھامے ہوئے ہوں کہ زبان سے کوئی شعر نہ نکل جائے' دیکھا! کیسے اللہ کے مقبول ہوتے ہیں اپنے بڑوں کی بات پر عمل کرنے والے۔

زبان کی حفاظت کے دو گر

اب یہ مسئلہ ہے کہ زبان کی حفاظت فرض ہے لیکن کس طرح کی جائے' اگر آپ تھوڑی سی توجہ دیں تو مسئلہ بالکل آسان ہے جتنے بھی اعمال ہمیں کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جتنے بھی احکام کا ہمیں پابند بنایا گیا ہے' وہ سب اختیاری ہیں ان میں کوئی غیر اختیاری نہیں بس دو باتیں اختیار کرنا ہیں' معاصی ترک کرنے کے بعد اور پھر چاہے گناہوں کے ترک کرنے میں تکلیف ہو' بہت بڑی تکلیف کا تصور کر لو ریسے تکلیف ہوگی نہیں لیکن انشاء اللہ اگر تکلیف آئی تو ثواب پاؤ گے' میرے حضرت نے فرمایا دو باتیں اختیار کر لو' انشاء اللہ مطلوب درجے کی حفظ لسان آپ کو حاصل ہو جائے گی' زبان کی حفاظت جس درجے کی چاہئے اس درجے کی حاصل ہو جائے گی' ان دو باتوں میں پہلی بات یہ ہے

ذکر کی کثرت

قرآن مجید کی تلاوت کی کثرت ذکر اللہ کی کثرت اور اچھے کلمات کی کثرت زبان پر جاری کرو بس پہلی چیز یہ ہے کہ ذکر کو اختیار کرو' تلاوت بھی

اس میں آگئی' کلمات طیبات بھی آگئے' آپ کی زبان پر اللہ کا ذکر ہونا چاہئے' ذکر کی کثرت ہونی چاہئے' اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے' خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کی طبیعتیں ذکر اللہ سے مانوس ہیں' خدا کی قسم بڑے خوش نصیب ہیں' اہل قسمت ہیں جو ذکر کے عادی ہیں' اور کثرت ذکر کے عادی ہیں بڑے نصیب والے ہیں وہ اپنے درجات وہاں جا کر دیکھیں گے۔

حدیث شریف میں آتا ہے : آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : اہل جنت کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی' کوئی حسرت نہیں ہوگی' اگر حسرت ہوگی تو ان اوقات پر ہوگی اور ان نشستوں پر ہوگی کہ جن اوقات میں اور جن نشستوں میں انہوں نے اللہ کا ذکر نہیں کیا تھا' جب جنت کے درجات دیکھیں گے اس وقت خیال آئے گا کہ وہ وقت جو ہم بغیر ذکر کے گزار کر آئے ہیں وہ بھی اگر ذکر کے ساتھ گزار کر آتے تو نہ معلوم ہمارے درجات کتنے اور زیادہ ہوتے زبان کی حفاظت کے لئے دو باتیں فرما گئے' ایک یہ کہ اپنی زبان پر اللہ کے ذکر کو جاری کرو' اللہ کا ذکر تمہاری زبان پر جاری رہے اور تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔

پہلے تول پھر بول

دوسری بات یہ فرمائی' اور وہ بھی بہت آسان ہے' میرے محبوب

فرما گئے "جو کچھ بولا کرو تو سوچ کر بولا کرو" جو کچھ بولا کرو تو سوچ کر بولا کرو"
حضرت کے ہاں لمبی لمبی تفصیلات نہیں تھیں، بڑے کام کی مختصر اور سچی بات
بتا جاتے تھے، لہٰذا بے شمار کر دے گئے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، اپنی
شایان شان اور اعلیٰ علیین کے اندر ہمیشہ ہمیشہ ان کے درجات بلند ہی کرتا
رہے، کتنا بڑا مسئلہ اور اس کا حل صرف دو باتیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ
زبان پر اللہ کا ذکر رہے دوسری بات یہ ہے ہم بولنے سے منع نہیں کرتے
لیکن سوچ کر بولا کرو، کاروباری گفتگو، معاملاتی گفتگو، جائز گفتگو، ہر گفتگو
بالکل کرنے کی اجازت ہے بولئے، آپ اپنے سودے کے اوصاف بیان کیجئے
گاہک کی جائز تسلی کے لئے منع نہیں کیا جاتا لیکن بولنے سے پہلے سوچ لیجئے
کیا میرا یہ بولنا ضروری ہے یا غیر ضروری؟

حضرت فرماتے تھے کہ اکابرین نے لکھا ہے کہ گفتگو تین طرح کی ہے،
(۱) مفید، (۲) بالکل اس کے برعکس غیر مفید یعنی مضر، (۳) نہ مفید نہ مضر۔
حضرت نے فرمایا کہ نہیں، بندے کی تحقیق یہ ہے کہ دو ہی قسمیں ہیں، نہ مفید
نہ مضر والی قسم یہ نکال دو، لایعنی کام سے بچنا چاہئے، بے فائدہ کام، وہ بے
فائدہ کام یہ مومن کرے، یہ مومن کی شان کے خلاف ہے، لہٰذا مضر کے
کھاتے میں اسے ڈالو، اس لئے زبان کی تحقیق یہ ہے کہ باتیں تین نہیں بلکہ
دو ہیں یا کلام مفید ہو گا یا مضر، بیچ میں تیسری قسم نہیں، آخر میں یہ فرما گئے
اور بولنے سے پہلے سوچ لے یہ کلام میرا مفید ہے یا مضر ہے؟ اگر مضر ہے تو

عقل انسانی کا دار الافتاء بھی یہ فتویٰ صادر کرتا ہے کہ ضرر رساں سے بچنا چاہئے' دنیا کا کوئی انسان' عالم ہو یا عامی ہو' کسی طبقے کا ہو' کسی درجے کا ہو اسے مضرت پسند نہیں کس کا جی چاہتا ہے کہ ہمارا نقصان ہو؟ ذات باری تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر جلب منفعت اور دفع مضرت کی صلاحیت جبلی طور پر رکھی ہے وہ اپنے نفع کا خواہش مند ہے' نفع حاصل کرنا چاہتا ہے' نقصان سے بچنا چاہتا ہے' نقصان سے بھاگنا چاہتا ہے' اپنے آپ کو نقصان سے بچانا چاہتا ہے' فرمایا کرتے تھے سوچ کر بولو' بس یہ دیکھ لو کہ یہ کلام مفید ہے یا مضر؟ اگر مضر ہے مت بولو کوئی آپ کو مجبور نہیں کرے گا' گردن پکڑ کے نہیں بلوائے گا' زبان نہیں کھینچے گا اور یہ تو ویسے بھی بتیس محافظین کے بیچ میں ہے مل کر زبان سے درخواست کرتے ہیں' اللہ کی بندی دن نکل آیا ہے تمہارا اگر ایسا ویسا استعمال ہوگیا تو تمھیں تو چوٹ لگے گی نہیں ہمارے ہاتھ پیر تڑوا دوگی' لہٰذا ہماری درخواست یہ ہے کہ مہربانی کرکے ذرا احتیاط کے ساتھ گفتگو کرنا یہ زبان مؤنث ہے بیچاری عورت ہے کیوں ڈرتے ہو اس سے' تم مرد ہو یہ عورت ہے"

پہلی بات کیا ہے؟ کہ آدمی ذکر کثیر کا عادی ہو' اس کی زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے' دوسری بات یہ ہے کہ سوچ کر بولے اگر سوچنے میں یہ بات آئی ہے کہ یہ کلام مضر ہے نہ بولے' مفید ہے ضرور بولے' اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے مضر کلام سے بچائے اور مفید کلام کی توفیق دے' اور دیکھنا احتمال

کو سامنے رکھنا' بعض دفعہ کثرت کلام کے اندر بھی بے احتیاطی ہو جاتی ہے' جیسے بہت بڑھیا کھانا ہو اور بہت زیادہ کھا لیا جائے' تو طبیعت بگڑتی ہے یا نہیں بگڑتی؟ یا بڑھیا کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ بے حساب کھائے جاؤ' کھائے جاؤ' کھائے جاؤ ہاتھ رکتے ہی نہیں ہیں' جس طرح بہت بڑھیا کھانا بہت زیادہ کھانا اس سے مضرت کی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں' بہت اچھا کلام' بہت اچھی باتیں بھی بہت زیادہ حد اعتدال سے خارج ہوتی جائیں تو ان سے بھی بسا اوقات بے احتیاطی کی نوبت آجاتی ہے' ابا جی فرمایا کرتے تھے پہلے تول بعد میں بول۔

زبان کئی نعمتوں کا مجموعہ

اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے' دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم سب کی زبانوں کی حفاظت فرمائے' بہت بڑی نعمت اللہ نے عطا فرمائی ہے یہ نعمت اللہ نے بخشی ہے' اللہ نے دی ہے' زبان گونگے کی بھی ہوتی ہے لیکن گویائی نہیں ہوتی' کیا زبان گونگے کی نہیں ہوتی؟ زبان گونگے کی ہوتی ہے لیکن گویائی نہیں ہوتی' ایک ایک نعمت میں کئی کئی نعمتیں رکھی ہیں۔

آج سے تقریباً" تیس سال پہلے کی بات ہے کہ جنوبی افریقہ کا ایک سیٹھ تھا' مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ ملا تھا'

مولانا ہمارے گھر تشریف لاتے تھے' مولانا فرماتے تھے کہ اس کی زبان کے اندر سے صلاحیت ذائقہ ختم ہو چکی تھی' وہ امریکہ تک بھی علاج کے لئے گیا' وہ جو چیز بھی کھاتا تھا بقول مولانا کے :یہ معلوم ہوتا تھا جیسے کاغذ چبا رہا ہو خواہ بریانی ہو' کوفتے ہوں' بھنا ہوا گوشت ہو یا شاہی ٹکڑے ہوں' اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتیں ماشاء اللہ آپ حضرات کے دستر خوان پر ہیں' ہماری حیثیت سے بہت زیادہ نعمتیں ہیں' اللہ نے بڑی نعمتوں سے آپ کو نوازا ہے' ہمیشہ ان نعمتوں میں ترقی ہوتی رہے اور شکر کے ساتھ اور اپنے کو غلام سمجھ کر آپ یہ نعمتیں برتتے رہیں' اور آپ کے کشادہ دستر خوان ہمیشہ جاری رہیں اور اس مملکت کے اندر جو آپ کے بزرگوں نے اکابر کو بلانے کا اہتمام کیا ہے اور مثالی دین داری کی داغ بیل ڈالی' میری دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نوجوان نسل میں بھی وہ مثالی دین داری کا سلسلہ جاری رکھیں' اس ملک کی مسجدیں' مدرسے' خانقاہیں' علماء ہمیشہ آباد رہیں' دینی جماعتیں ہمیشہ آباد رہیں' انفرادی کوشش ہو یا اجتماعی کوشش ہو مجھ مسافر کی دعا ہے یا اللہ سب کی کوششوں کو بار آور فرما اور اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما۔

دیکھا زبان کتنی بڑی نعمت ہے' خالی بولنے کے کام نہیں آتی' آپ زبان پر کوئی چیز رکھیں فوراً اس کو ادراک ہوتا ہے کہ یہ کھٹی ہے' میٹھی ہے' پھیکی ہے' گرم ہے' ٹھنڈی ہے' ساؤتھ افریقہ کے سیٹھ تھے اس زمانے

ہیں' نام مجھے معلوم نہیں' مولانا اس کے راوی ہیں وہ کہتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا کہ جو بھی چیز کھاتا ہوں جیسے کاغذ چبا رہا ہوں' میں نے امریکہ کے اندر جا کر کوشش کی کہ میری زبان کی یہ کیفیت درست ہو جائے لیکن کوئی علاج کارگر نہیں ہوا اس نعمت کا شکر کیجئے (املحوظہ)

جدید تحقیق یہ ہے کہ ۱۳ کروڑ خلیے زبان کے اب تک شمار کئے جا چکے ہیں' یہ جو زبان پر دانے سے ہیں' یہ خلئے شمار کئے جا چکے ہیں' لیکن گنتی ابھی ناقص ہے نامکمل ہے' ان خلیوں میں اللہ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ دل و دماغ کو فوراً سمجھاتے ہیں کہ یہ چیز ٹھنڈی ہے یا گرم ہے' کھٹی ہے یا میٹھی ہے یا چکنی ہے یا کیسی ہے اور بدبودار ہے یا خوشبودار ہے

شکر نعمت

زبان بڑی نعمت ہے اس کی قدر کیجئے' اس کی حفاظت کیجئے اور اس نعمت کے استعمال کا یہ اصول ہے کہ نعمت دینے والے کی منشاء کے مطابق استعمال کی جائے' کبھی اس کی مرضی کے خلاف استعمال نہ کیجئے' ورنہ حساب ہوگا اور زبان کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ خاص طور پر حساب ہوگا' باہمی گفتگو کے اندر بھی اختصار کیجئے' آپ کی زندگی بہت طویل

زندگی نہیں ہے بلکہ مختصر زندگی ہے' مختصر زندگی والے کو مختصر کلام کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فہم و بصیرت' فہم سلیم' عقل مستقیم ہم سب کو عطا فرمائے اور اس بات کی توفیق دے کہ ہم مختصر کلام کو چھوڑ دیں' یہ عقل مندی کی بات ہے' مفید کلام کو اپنائیں اور اس میں بھی اعتدال کو قائم کریں' مولانا! انشاء اللہ آپ اللہ کے لئے بے کلامی اختیار کریں گے تو خدا کی قسم وہ الہام کے ذریعے آپ کے مطلب اور مقاصد لوگوں کے قلوب میں القاء کر دیں گے' زبان کا مسئلہ کوئی مسئلہ نہیں اصل مسئلہ دل کا ہے۔

زبان کی حفاظت' ایمان کی حفاظت

میرے حضرت سے کسی نے کہا کہ بات کا بالکل اثر نہیں ہوتا حضرت نے فرمایا : آسان سی بات ہے زبان بند کر دل کھل جائے گا' دل کھولنے کی ایک ہی ترکیب ہے' زبان بند کر دل کھل جائے گا' میرے محبوب جیسے بھی کسی کا محبوب ہے! ہائے شیخ اللہ! روئے زمین پر جیسے جیسا کوئی انسان نہیں تھا! جس کا بولنا قال اللہ' قال الرسول اور قال الشیخ تھا کوئی اور گفتگو نہیں کرتے تھے اور میں نے خود ان کانوں سے سنا حضرت نے فرمایا میں جب بولا تو کہا یا' حضرت سے محبت رکھنے والو! آپ کے ملک میں پانچ بار وہ بھی

آئی' میں آپ سے درخواست کروں گا کہ حضرت کی اس نصیحت میں ذرا غور کریں میں جب بولا جب ہی پچھتایا' جس کا بولنا قال اللہ تھا' قال الرسول تھا' قال الشیخ تھا اور کوئی بات نہیں تھی' باربار یہ فرماتے تھے' میرے حضرت فرما رہے ہیں' میرے حضرت فرما رہے ہیں' میرے حضرت فرما رہے ہیں یہ انداز مبارک تھا لیکن کیا فرما گئے میں جب بولا' جب ہی پچھتایا' ہم جتنا بولتے ہیں توبہ! توبہ! اتنا مناظر ہوتے جاتے ہیں' زبان کی حفاظت کیجئے۔

میں آخر میں ایک بات بڑے وثوق کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ زبان کی حفاظت' یاد رکھئے یہ ایمان کی حفاظت ہے' زبان کی حفاظت' یاد رکھئے میرے الفاظ کو یہ ایمان کی حفاظت ہے' اور بس دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طریق الٰہی میں سات موانع

مقامِ وعظ

مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۹۸ء بوقت بعد نماز عصر، بمقام خانقاہ سکھر کراچی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

توفیقِ الٰہی اور اپنے مرشد پاک کی برکت سے اپنے حضرت جی کی تعلیمات اخلاق کی درستی، اصلاحِ نفس اور تزکیۂ باطن کے لئے پیش کی جا رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کے مبارک قدموں میں اس ناکارہ کی حاضری اور ملاقات قبول فرمائے۔ آپ حضرات کی برکت سے میرے بگڑے ہوئے اخلاق کو درست فرمائے۔

میرے حضرت نے فرمایا تھا کہ اصاغر، اطفال، متعلقین اور اپنے وقت کے معاصرین ان سب میں رہ کر اپنی اصلاح کا اہتمام کرنا۔ الحمد للہ گاہے بگاہے حضرت جی کی باتیں، حضرت جی کی تعلیمات جو خلاصہ ہیں اخلاقِ امت کی تعلیمات کا، قرآن و سنت کی تعلیمات کا، ان کو پیش کرنے کی سعادت اور توفیق نصیب ہوتی رہتی ہے اور یہ توفیق ہی تو یہ سمجھتا ہوں کہ علامت ہے اس بات کی کہ ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ بالآخر اصلاح ہوتی جائے گی۔

سلوک میں جو حضرات لگتے ہیں وہ سالک کہلاتے ہیں، ان کے اندر چاہت ہوتی ہے، مختلف ہوتی ہے اپنی درستی اور اصلاح کی، اللہ تعالیٰ کو چاہنے والے ہوتے ہیں لہٰذا ان کو طالب بھی کہتے ہیں۔ اور سلوک کا

آسان معلوم صراط مستقیم ہے اور صراط مستقیم کی ہدایت اس راستے میں نصیب ہوتی ہے۔ کیا کیا کرنا چاہئے اور کس طرح کامیابی حاصل کرنی چاہئے ترقی کیسے نصیب ہوگی نسبت کیسے حاصل ہوگی محبت کیسے حاصل ہوگی اور کتنا کتنا کام کرنا چاہئے کسی سے بچنا چاہئے کس کو اختیار کرنا چاہئے تعلیمات پر صدق دل سے تفصیلات کا' استقلال' اتباع اور پیروی کا اہتمام ہونا چاہئے یہ سب باتیں اپنی جگہ پر ہیں لیکن سات باتیں حضرت شیخ الامت نے ایسی بیان فرمائیں جو کامیابی میں رکاوٹیں ہیں۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ کام بہت آسان ہے اور اس میں کوئی دشواری نہیں ہے صرف اتنی سی بات ہے کہ رکاوٹوں کو دور کردیا جائے اور وہ رکاوٹیں سات ہیں۔ یوں تو جتنے بھی غیراللہ کے تعلقات ہیں اللہ تعالی کے اغیار کے ساتھ جتنے بھی تعلقات ہیں یہ بھی مانع ہیں۔

فرمایا کہ تعلقات پھر تعلقات ہیں لیکن توقعات تو یہ رہزن سلوک ہیں۔ ارے یہ تو ایسا ہے کہ راستے میں چور ڈاکو آگئے اور انھوں نے لوٹ لیا' تعلقات تو ہوں لیکن توقعات نہ ہوں توقع بالکل نہ ہو ہاں خلاف توقع اگر کوئی بات کسی کی جانب سے پذیرائی اور قدردانی کی پیش آئے تو اپنی حیثیت سے زیادہ سمجھنا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ اس بچارے کے ذمہ یہ قدردانی اور پذیرائی نہیں تھی یہ تو اس کا حسن ظن اور احسان ہے اور نہ میں اس کا مستحق ہوں۔ اور مجموعی طور پر جتنے بھی تعلقات غیراللہ کے ہیں

مانع اور رکاوٹ ہیں اور پھر ان تعلقات میں توقعات یہ رہزن طریق اور رہزن سلوک ہیں مجموعی طور پر اغیار کے تعلقات پر کوئی اعتماد نہیں کرنا چاہئے' ہاں اکرام' خدمت اور مدارات کا معاملہ وہ ایک الگ بات ہے حضرت نے ان موانع میں سے سات رکاوٹیں چیدہ چیدہ خاص خاص منتخب فرما کر بیان فرمائیں اور بار بار اپنی زندگی مبارک میں اسی طرف توجہ دلایا کرتے تھے رکاوٹ دور کرو پھر کام بالکل آسان ہے۔

پہلا مانع : سنت کی مخالفت کرنا

ان سات موانع میں سے جو پہلی رکاوٹ ہے وہ سنت کی مخالفت ہے' کسی بھی اعتبار سے سنت کی مخالفت نہ ہو کیونکہ اتباع سنت کا ثمرہ محبوبیت ہے اور محبوبیت حاصل ہوگی سنت کی تابعداری سے اتباع سے اور جب اتباع کی بجائے سنت کی مخالفت ہو تو آپ خود بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کتنا نقصان ہوگا' تو سنت کی مخالفت سے بچنا چاہئے اور اس قدر سنت کی مخالفت ہوگئی ہے کہ بعض لوگ تو خلاف سنت کاموں کے مجموعہ کو تصوف سمجھنے لگے ہیں' اتنا بگاڑ آگیا اتنا بگاڑ آگیا کہ رسوم و بدعات کا نام تصوف رکھ لیا گیا حالانکہ تصوف نام ہے تصفیہ باطن اور اندر کی صفائی کا' اور تصوف امر فطری ہے' آسان سی بات ہے' ارے بھئی آپ کپڑوں کی صفائی پسند

کرتے ہیں بستر کی صفائی پسند کرتے ہیں' صاف برتن پسند کرتے ہیں' صاف گھر پسند کرتے ہیں' باتھ روم صاف چاہئے آپ کو ٹائلٹ صاف چاہئے کراکری صاف چاہئے' فرنیچر صاف چاہئے' کپڑوں کی استری عمدہ ہو اور کپڑے پاک صاف ہوں جب اتنی صفائیاں آپ کو پسند ہیں تو ماشاء اللہ آپ صفائی پسند ہیں' ان ہی صفائیوں میں ایک صفائی کا اور اضافہ کرلیجئے کہ دل بھی صاف ہو آپ کی روح اور باطن بھی صاف ہو آسان سی بات ہے یہ وصف آپ کے اندر کہ آپ صفائی پسند ہیں واقعی قابل تعریف ہے' لیکن جتنی صفائی آپ پسند کرتے ہیں اس پر بس نہ کیجئے ایک اور صفائی کا اضافہ کرلیجئے کہ جس طرح جسم صاف ہو' بدن صاف ہو' کپڑے صاف ہوں وغیرہ وغیرہ اندر کی روح اور قلب اور باطن بھی صاف ہو بس اس کا نام تصوف ہے۔

تصوف کسی ہوے کا نام نہیں ہے بلکہ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ تصوف حلوے کا نام ہے اور اس کے بغیر پتہ نہیں لوگ کس طرح زندگی گزارتے ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام برائے نام رہ جائے گا اور قرآن سے محض دوری ہو جائے گی' قرآن کے حروف رہ جائیں گے الٰہی توبہ توبہ! ہمارے اکابر نے بہت محنت کی ہے اور اس طریق کو بے غبار کردیا ہے' حکیم الامت مجدد الملت کی الست

مجدد و مرشد نا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بحمد اللہ طریق کو ایسا بے غبار کر کے جا رہا ہوں کہ اب کوئی پیر مرید کو دھوکہ نہیں دے سکتا اور بحمد اللہ طریق جو صدیوں سے غبار آلود تھا ایسا بے غبار کر کے جا رہا ہوں کہ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ امام مہدی تک یہی تحریرات چلتی رہیں گی بس ان کے آنے پر اس وقت کی ضرورت سے کچھ تحریری کام کرنا ہو گا' تو اللہ کا شکر ہے ہمیں بہت شفاف طریق ملا ہے مجدد تھانوی ؒ کی برکت سے اپنے اکابر کی برکت سے چھنا چھنایا صاف شفاف ملا ہے اور اس پر ہم جتنا بھی شکر کریں وہ کم ہے اللہ کا شکر ہے کہ الحمد للہ ہمارے یہاں جو معیار ہے وہ اتباع سنت ہے۔

میرے حضرت سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے یہاں زرا زرا سے بچوں پر آثار نسبت جلدی ظاہر ہو جاتے ہیں یہ کیا بات ہے؟ حضرت مسیح الامت نے حضرت مسیح الوقت نے اس کا جواب دیا فرمایا اتباع سنت اور حضرت حاجی صاحب کی برکت ہے جی ہاں! اپنے دادا پیر حضرت حاجی صاحب کا ذکر فرمایا' لوگ حیرت میں پڑ جاتے تھے کہ ابھی مبتدی اور متوسط طلباء ہیں لیکن نسبت کے آثار ان پر نمایاں ہیں اور یہی ہوا کہ ادھر وہ فارغ التحصیل ہوئے نصاب کی تکمیل کی ادھر حضرت والا نے اجازت بیعت اور خرقہ خلافت سے نوازا اور ایسے بہت سے حضرات حضرت کے یہاں تیار ہوئے کہ ان کے اوپر نسبت کے آثار جلد ظاہر ہو گئے' حضرت کی دعا و توجہ کا بھی

بہت اثر تھا لیکن حضرت نے فرمایا کہ اتباع سنت اور حضرت حاجی صاحب کی برکت ہے۔

سبحان اللہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سید الطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہٗ العزیز نے اپنے آپ کو ایسا مٹایا ایسا مٹایا ہے انکا بے مثال اپنے آپ کو مٹایا ہے کہ حضرت فرمایا کرتے تھے اب مٹانے پر زیادہ محنت نہیں کرنا پڑے گی' حضرت حاجی صاحب کی تواضع کا باطن' سالکین طریق اور طالبین سلسلہ کے باطن میں کار فرما رہے گا ان کی برکت سے جلد جلد تواضع نصیب ہوتی رہے گی۔

بس ایک بات نہ ہو باقی کام بنا بنایا ہے یعنی خود رائی نہ ہو باقی کام بنا ہوا ہے ایسی عجیب بات کھول کر فرما گئے کہ حضرت حاجی صاحب ایسی تواضع فرما گئے ہیں حضرت نے ایسے مجاہدات کئے ہیں کہ اب ایسا مجاہدہ دولت باطن کے حاصل کرنے میں کسی کو اختیار نہ کرنا پڑے گا' بس ایک خود رائی رائی کے برابر نہ ہو" آ...... اس خود رائی کے مضرات بہت زیادہ ہیں' تو ان سات رکاوٹوں میں سے پہلی رکاوٹ سنت کی مخالفت ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے' نہ باطن میں سنت کی مخالفت ہو نہ ظاہر میں سنت کی مخالفت ہو' نہ معاشرت میں سنت کی مخالفت ہو نہ اخلاق میں سنت کی مخالفت ہو نہ معاملات و عبادات اور عقائد میں سنت کی مخالفت ہو۔

اور اتباع سنت صرف یہ نہیں کہ کھانا اس طرح کھالیا پانی اس طرح

پی لیا بستر پر اس طرح لیٹ گئے یا در کھئے عقائد میں بھی سنتیں ہیں، عبادات میں بھی سنتیں ہیں معاملات میں بھی سنتیں ہیں، معاشرت میں بھی سنتیں ہیں اور اخلاقیات میں بھی سنتیں ہیں دین کے تمام شعبوں میں اور زندگی کے تمام گوشوں میں اتباع سنت کی عادت ہو جائے یا اللہ ہمیں اتباع سنت نصیب فرما۔

حضرت عارفی قدس سرہ (حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحبؒ) کا مطب راہسن روڈ پر تھا بندہ حاضر ہوا کرتا تھا عصر کی نماز حضرت مسجد باب الاسلام میں پڑھتے تھے جو آرام باغ میں ہے گرمی کے زمانے میں بعد عصر پانی پینے کا معمول تھا گھڑا سائے میں رکھا ہوا تھا اور پانی پینے والا جو پانی پیتا تھا وہ جگہ دھوپ میں ہوتی تھی' بلکہ فرش تپ رہا ہوتا تھا یہ اس وقت کی بات ہے اب تو معلوم نہیں کیا تبدیلی تعمیرات میں آئی اور آتی رہتی ہے مادی چیزیں ہیں تغیرات لازم ہیں حضرت کبھی کبھی پانی پی لیتے تھے' ایک روز حضرت نے تھوڑا سا پانی لیا اس گھڑے سے اور وہیں دھوپ میں تپتے ہوئے فرش پر بیٹھ کر دائیں ہاتھ سے تین سانس میں پیا ایک سادہ سے صوفی صاحب وہاں رہا کرتے تھے انہوں نے پوچھا کہ ڈاکٹر صاحب آپ نے یہ کیا کیا تو حضرت نے کوئی لمبی چوڑی بات نہیں فرمائی بس اتنی سی بات فرمائی کہ اس طرح پانی پینے کی عادت ہو گئی ہے اور یہ فرما کر حضرت مطب اور مطب سے پاپوش نگر گھر چلے گئے۔

دوسرے دن جب حضرت تشریف لائے تو وہ بیچارے حضرت کے مطب
کے چکر کاٹ رہے تھے اور ان پر ایک حال طاری تھا کہ اس طرح پانی پینے
کی عادت ہوگئی ہے یہ کہتے جاتے تھے اور پھر خود ہی ساتھ جواب دیتے
تھے ارے کاہے کی عادت ہوگئی ہے اتباع سنت کی عادت ہوگئی ہے ان پر
ایک حال طاری تھا یہ حالت تھی کہ سر دھن رہے تھے کپڑے پھاڑنے کے
قریب تھے اور آتے ہی کہا کہ ڈاکٹر صاحب کل آپ کتنے غضب کی بات فرما
گئے میں تو کل سے لے کر آج تک مست ہوں اس بات کے اندر کہ اس
طرح پانی پینے کی عادت ہوگئی ہے' ارے کاہے کی عادت ہوگئی ہے اتباع
سنت کی عادت ہوگئی ہے' بھئی دیکھئے اتباع سنت اور ہمارے اکابر کی برکت
ساتھ رہتی ہے۔

مجھے رات ہی ایک بات یاد آئی حضرت نواب قیصر صاحب کے جانے
کے بعد مجھے حضرت مسیح الامت نے ایک بات فرمائی تھی کہ میرے حضرت
تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی برکت ساتھ رہتی ہے اس برکت سے کام بنتے
رہتے ہیں' یوں نہیں فرمایا کہ برکت ہے بلکہ فرمایا کہ برکت ساتھ رہتی ہے
اس برکت سے کام بنتے رہتے ہیں بس اتباع سنت اور ہمارے اکابر کی
برکت کے بیچ میرے عزیز تیری خود رائی نہ ہو' کالمیت فی ید الغسال اس
طرح تو سونپ دے بس۔

ہم مٹی کے ہیں ہمارے اندر سماعت ہونی چاہئے مٹاپن ہونا چاہئے بس

کسی کے ہاتھ میں خود کو سونپ کر دیجیے پھر تو کیا بنتا ہے سات موانع میں سے ایک مانع اور رکاوٹ وہ سنت کی مخالفت ہے یا اللہ! ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں ہم نے دین کے شعبوں میں اور زندگی کے تمام گوشوں میں جہاں جہاں سنت کی مخالفت کی ہے ظاہر میں باطن میں ہم اس پر نادم اور شرمندہ ہیں ہم ہاتھ کے ہاتھ یا اللہ معافی مانگتے ہیں جب آپ ایسی بیش قیمت بات ہمیں سنوا رہے ہیں اور آپ کی توفیق سے کراچی جیسے ہنگامی شہر میں ہم دور دراز علاقوں سے چل کر آئے ہیں یا اللہ معافی فرمائیے ہم دل ہی دل میں ابھی شرمسار ہو کر آپ سے توبہ کرتے ہیں کہ سنت کی مخالفت آئندہ نہ ظاہر میں کریں گے نہ باطن میں کریں گے۔

دوسرا مانع : کسی ماہر فن شیخ سے بیعت نہ ہونا

دوسری رکاوٹ یہ ہے کہ غلطی سے کسی بے شرع پیر سے بیعت ہو گیا' اب ساری عمر اس کو نبھا رہا ہے یہ بہت غلطی کی بات ہے یاد رکھئے جو خود پہنچا ہوا نہیں ہے وہ دوسروں کو کیا پہنچائے گا' اصل چیز تو یہ ہے کہ خود گھاٹیوں سے گزرا ہوا ہو اور خالی گزرا ہوا بھی نہ ہو بلکہ گزارنا بھی جانتا ہو تفصیل کا وقت نہیں ہے بس دو تین مثالیں آپ کے سامنے رکھوں گا انشاء اللہ وہ مانع کی چیزیں کھل جائیں گی' آپ کو احساس ہو گا کہ ماہر فن کا

کیا درجہ ہے اور راہبر فن کی کیا ضرورت ہے۔

اس راستے کے اندر راہبر فن ہی جانتا ہے کہ قریب کا راستہ کون سا ہے اور میں اس کو کس طرح گزار کرے جاؤں گا لہٰذا جو خود واصل نہیں ہے وہ دوسرے کو کیا واصل کرے گا جو خود منزل رسا نہیں ہے وہ دوسرے کی منزل رسائی کیا کرے گا جس کو خود وصال حاصل نہیں ہوا وہ دوسرے کو کیا وصال دلوائے گا لہٰذا اگر بھول سے کہیں ایسی جگہ بیعت ہو گیا ہے تو وہاں سے خاموشی کے ساتھ ہٹ جانا بہتر ہے" اعلان کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ آپ کے کراچی میں ایک مرحوم پیر صاحب تھے ان کے ایک مرید نے ان کو پرچہ لکھ دیا کہ میں آپ کی فلاں غلط کاریوں کی وجہ سے آپ سے علیحدگی کرتا ہوں تو انہوں نے کمانڈروں کی ایک ٹیم بھیجی اور ان کے ہاتھ پیر تڑوا دیئے اندازہ فرمایئے بتایئے پیری کیا ہوگی اچھی خاصی اکڑی ہوئی ہاتھ پیر تڑوا دیئے اس بوڑھے آدمی کے اور پھر یہ واقعہ اخبار میں آیا" انا للہ وانا الیہ راجعون

اپنے کو سب سے حقیر سمجھو

کبھی اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہو؟ کچھ بھی نہ سمجھو یہ کچھ نہ سمجھنے کا راستہ ہے' وہ اس ہی کو اس کی خوشبو حاصل ہوتی ہے جو ختم کیا کرکے کہ میں کچھ

بھی نہیں ہوں' قرآن اٹھا کر کہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں' اپنے کو بزرگ سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ لوگ میرے معتقد ہیں یہ حرام ہے گناہ کبیرہ ہے اس گناہ کبیرہ کی نحوست ظلمت کدورت کے ساتھ تم پہ خاک پڑے کہ تم کچھ بھی نہیں ہو کیا ہو سکتے ہو تم اس حالت میں جب اپنے آپ کو بزرگ سمجھتے ہو اور بزرگ سمجھ کر کسی کا ہدیہ لو یا در کھو وہ ہدیہ لینا بھی ناجائز ہے اپنے آپ کو تم نے کیسے بزرگ سمجھ لیا برگزیدہ سمجھ لیا پہنچا ہوا سمجھ لیا ارے تمہیں شرمسار ہونا چاہیے ہمارے بزرگوں نے اگر کسی کو بیعت کیا ہے تو یہ نظریہ سامنے رکھا ہے کہ میرے شیخ کا حکم ہے ان کے حکم کی تعمیل میں بیعت کرتا ہوں ورنہ میرا کوئی واسطہ نہیں ہے اور اپنے نام پر بیعت نہیں کیا بلکہ پہلے اپنے شیخ کا نام لیا ہے۔

حضرت والا خط میں تحریر فرمایا کرتے تھے کہ میں آپ کو بیعت بطریق بیعت ثانی بدست اعلیٰ حضرت مرشدی حکیم الامت نور اللہ مرقدہ داخل سلسلہ کرتا ہوں' اور زبانی بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آپ حضرات کو اپنے پیرو مرشد کے دست مبارک پر بیعت کیا' جی! یہ کیا قصہ ہے اپنے کو بزرگ سمجھنا! خاک ڈالو اس بات پر کیا رکھا ہے ان باتوں میں اور پھر یہ کہنا اپنے منہ سے کہ فلاں میرا معتقد ہے فلاں میرا معتقد ہے ارے کیا آپ نے فیصلہ کر لیا کہ آپ اس قابل ہیں کہ آپ سے عقیدت رکھی جائے' توبہ! توبہ! ہمارے بزرگوں نے تو مرید کو مرید نہیں کہا بلکہ یہ کہا

کہ ہمارے دوستوں میں سے ہیں ہمارے احباب میں سے ہیں ہمارے جاننے والے ہیں آیا جایا کرتے ہیں کچھ شناسائی سی کچھ ملاقات سی ہے' یہ عنوانات اختیار کئے ہیں آپ نے اپنے آپ کو کیوں کچھ سمجھ لیا توبہ! توبہ! اور جنہوں نے سمجھ لیا انہوں نے پچھاڑ دیا' اندازہ فرمائیے۔

اس لئے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی آخری تحقیق یہ ہے کہ جب کہیں سے علیحدگی ہو تو مخفی طور سے ہو اعلانیہ نہ ہو کیونکہ لوگوں میں اب خلوص نہیں رہا' بس اتنی سی بات حضرت فرما گئے لیکن بعد میں مشاہدہ یہاں ہوا کہ عجیب بات فرما گئے کہ علیحدگی ہو تو مخفی طریقہ سے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ کمانڈروں کی ٹیم بھیج کر ہاتھ پیر تڑوائے جائیں' لاحول ولا قوۃ الا باللہ' یہ طریق ہے' اگر یہی طریق تمہارے نزدیک ہے تو یاد رکھئے تمہارے اس طریق کو ہم دس دفعہ سلام کرتے ہیں ہم اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں بھئی کیا قصہ ہے ہمارے بزرگوں نے تو بیعت کے وقت اتنی پریشانی کا اظہار کیا ہے کہ یا اللہ ہمیں ڈر لگتا ہے' ہم اسکا حق ادا نہیں کرسکتے اس کی ذمہ داری ہم کس طرح قبول کریں میرے حضرت فرمایا کرتے تھے! بیعت کرلینا دراصل بیٹا بنا لینا ہے اور کتنے حقوق کو اپنے ذمہ لے لینا ہے' فرمایا خوف آتا ہے کہ ہم اس کو نبھا سکیں گے یا نہیں نبھا سکیں گے کیا کھیل بنا لیا ہے آپ نے اس بات کا اور حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے فقیر کی یہ نیت ہوتی ہے کہ اگر یہ تیر گیا پہلے مرید کے لئے فرمایا کرتے تھے اگر یہ تیر گیا

تو مجھے بھی تیرا کر لے جائے گا اور میں تیر گیا تو چھوڑوں گا میں بھی تجھ کو تیرا کر لے جاؤں گا سبحان اللہ کیا اعزاز تھا۔

تو سنت موانع میں ایک رکاوٹ سنت کی مخالفت ہے اور دوسری رکاوٹ بے قاعدہ بے شرع پیر سے تعلق کر لیا اب عمر بھر نبھا رہا ہے اور ایسا آٹومیٹکلی نظام ہے ہمارے ملک کے بعض علاقوں میں کہ مرید مر گیا اب ظاہر ہے کہ بیوی بھی چھوڑ گیا چار بیٹیاں چھوڑ گیا چار بیٹے چھوڑ گیا تو افراد کو چھوڑ گیا پیر نے آکر قبضہ کر لیا خود بخود ان کی جنس ہے اس کے نسب سے جتنے بھی لوگ پیدا ہوتے رہیں گے قیامت تک وہ ہمارے مرید ہی ہوں گے کیونکہ ہمارے مرید کے نطفے سے پیدا ہوئے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ طریق اہل اللہ کو بدنام کرنے والے لوگ ہیں یہ کیا قصہ ہے کوئی غلامی کا قصہ ہے کیا یہ شرعی غلام ہیں اور شرعی باندیاں ہیں یاد رکھئے یہ شرعی درست ہیں اور اب تو پوری دنیا کے اندر غلامی کا سلسلہ ہے بھی نہیں۔

میرے حضرت کو کسی نے لکھا کہ مجھے اپنا غلام بنا لیجئے حضرت نے تحریر فرمایا کہ غلام بنانے کی اجازت نہیں عرض کیا کہ اچھا اپنا خادم بنا لیجئے فرمایا کہ خادم کی مجھے ضرورت نہیں پھر لکھا اصلاح کے لئے قبول فرما لیجئے تو حضرت نے بسم اللہ تحریر فرمایا کیسی جامعیت ہے جوابات کے اندر! ان ہی حضرات کی صحبت کے اندر دین کی سمجھ آتی ہے اور دین کی سمجھ جو ہے وہ دین کے علم سے بڑھ کر ہے تو! عزیزان من ہمارے اکابر نے تو بیعت کرتے

ہوئے بھی شرمندگی کا اظہار کیا ہے تو کہ اتنی بے باکی کہ اپنے متعلقین کو
چڑائیں توبہ! توبہ

تیسرا مانع : نظر کی حفاظت نہ کرنا

اور تیسری رکاوٹ جو ہے وہ بے ریش لڑکوں کی طرف دیکھنا یا ان کی صحبت میں رہنا یا غیر عورتوں کی مجالست بار بار بلا ضرورت اختیار کرنا۔
حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔
بے ریش لڑکے جن کی داڑھی ابھی اگی نہیں ہے یا اگی تھی سبزہ آغاز تھا تو وہ حضرات نے لکھے یہ بے ریش وہ لڑکے تقریباً بطریق باطن عورتوں کے حکم میں مانے جاتے ہیں اور فرمایا کہ اسی طرح غیر عورتوں کی مجالست بار بار بلا ضرورت اختیار کرنا' حکیم آپ نہیں ڈاکٹر آپ نہیں کوئی مفتی آپ نہیں تو پھر آپ نہیں جا جا کر ان میں گھسنا ان میں بلا ضرورت بیٹھنا ان سے گفتگو کرنا نہ خود پردہ کرنا نہ ان کو پردہ کرنے دینا ایسی صورت میں فرمایا کہ ذات باری تعالیٰ ایسے لوگوں کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھتے' اور جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا معاملہ نہ ہو تو ظاہر ہے کہ وہ محروم ہو جاتا ہے لہٰذا یہ چیز بھی ان سات رکاوٹوں میں سے ایک بڑی رکاوٹ ہے اس سے

بچنا چاہئے اور بعض باتیں ایسی ہیں کہ تنہا ئی کی بعض باتیں ہیں کہ ان کی وجہ سے وہ لعنت زدہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

چوتھا مانع : گفتگو میں غیر محتاط ہونا

اور بھی چوتھی رکاوٹ زبان درازی ہے کمالات کا دعویٰ کرنا اور زبان کھولنا الہی توبہ! الہی توبہ! زبان بند ہونی چاہئے یا کھلی چاہئے! زبان اپنی جگہ پر رہنی چاہئے یا دراز ہونی چاہئے؟! اپنی جگہ پر رہنی چاہئے تمہاری زبان بھی تو مونث اور مونث بھی جیسی محافظین کے بیچ میں ہے اور دو دو ٹ پر اس کو بضرورت لانے کی اجازت ہے تو ایک ایسی چیز ہو کہ پردہ میں رکھنے کی ہے مونث چیز ہے اور اس مونث چیز سے آپ مردوں کا مقابلہ کریں رجال اللہ کا مقابلہ کریں بے ادبی کی باتیں کریں الہی توبہ! الہی توبہ اور کمالات کا دعویٰ کریں جب کہ کوئی کمال بھی اختیاری نہیں بلکہ غیر اختیاری ان کی عطا، ان کا فضل، ان کی عنایت اور کسی کی دعا و توجہ کا طفیل ہے تو فرمایا کہ یہ بھی ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے طریق الی اللہ میں زبان درازی اور کمالات کا دعویٰ یہ گستاخی اور بے ادبی ہے۔

طریق کا مدار ادب پر ہے

یاد رکھئے! اس طریق کا تمام تر دارومدار ادب کے اوپر ہے' یہ طریق نام ہے ادب کا اور ادب نام ہے راحت پہنچانے کا' ترک بے ادبی کرنے کا' گستاخی کرنے کا شاتم' بے باک گستاخ اور بدہانی بننے کا توبہ کرنی چاہئے بہت بڑی بات ہے کبھی بھی کسی کے بارے میں بھی زبان درازی نہیں کرنی چاہئے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے معنوی پیروں اور جھوٹے شاہوں کا ذکر کیا کہ حضرت معنوی پیر بھی ہیں اور جھوٹے سید بھی ہیں' حضرت نے فرمایا کہ اگر تمہارے اندر عشق و محبت ہے تو میں تو یہ کہتا ہوں کہ معنوی پیر اور جھوٹے سیدوں کا ادب کی بناء پر زیادہ احترام کرنا چاہئے' حضرت نے صاف فرمایا اور فرمایا کہ بغیر اس کے یاد رکھئے بے ادبی سے آپ بچ نہیں سکتے کیونکہ آج معنوی اور جعلی پیر اور سیدوں کے خلاف زبان کھولو گے تو آپ کے اندر بد اخلاقی آجائے گی پھر کھلے کھلے جہاں جعلیوں پر زبان کھلی نقلیوں پر زبان کھلی پھر اصلیوں پر بھی کھل جائے گی۔

یحییٰ بن اکثم کی حکایت

جی! یحییٰ بن اکثم کی حکایت پہلے بھی سنائی امام بخاری کے استاد ہیں'

امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید کے یہاں ان کا قیام ہے خلیفہ وقت نے رات کے وقت غلام سے پانی مانگا اس نے پانی نہیں دیا لیکن خلیفہ کی تواضع دیکھئے اٹھ کر پانی لیا اور پی کر سو گئے' یہ ماجرا یحییٰ بن اکثم دیکھ رہے تھے' صبح کو انہوں نے کہا اے امیر المومنین یہ کیا قصہ' آپ کے غلام اتنے بے ادب ہیں آپ یا غلام یا غلام کہہ رہے ہیں اور وہ اس نے پلٹ کر جواب دیا کہ کیا لگا رکھا ہے یا غلام یا غلام دن رات یہی قصہ ہے اور چڑ کر سو گیا اور پانی تک نہیں دیا اور آپ نے پانی خود لیا آپ ان کے اخلاق سدھاریئے' تو خلیفہ وقت نے کہا کہ حضرت میں اس بات کو سب سمجھتا ہوں لیکن میرے اوپر ذمہ داری بہت زیادہ ہے یہ معمولی لوگ ہیں ان معمولی لوگوں کے اخلاق سدھارنے کے پیچھے پڑ گیا جن سے مجھے کوئی نقصان نہیں ہے تو میرے اخلاق متاثر ہوں گے جب میرے اخلاق متاثر ہوں گے تو یہ خلافت اسلامیہ ہے تو عام مسلمانوں کے حقوق متاثر ہوں گے اور میں سب احوال پر اتر آؤں گا لہٰذا میں اپنے اخلاق کی حفاظت کی بناء پر ان ملازمین کے منہ نہیں لگا کرتا' اپنے ہاتھ سے کام کر لیا کرتا ہوں' دیکھا آپ نے زبان درازی سے اپنے آپ کو بچایا' ورنہ وہ کھال کھنچوا دیتا یا اختیار خلیفہ وقت تھا' معمولی شخص نہیں تھا لیکن اپنے اخلاق کی حفاظت کی' حکیم الامت کا منشاء یہ ہے کہ جن کو تم جعلی کہتے ہو اور نقلی پیر اور سید کہتے ہو آج ان کے خلاف زبان کھولو گے یاد رکھئے جب نقلیوں کے خلاف زبان کھولو گے تو پھر

تم اتنے شاتم اور بے ادب ہو جاؤ گے اور تمہارے اخلاق اتنے گر چکے ہوں گے کہ اصلیوں کے خلاف بھی زبان کھولو گے لہٰذا اس قصہ میں تمہیں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں۔

پانچواں مانع : اپنی مرضی سے مجاہدات کرنا

اور پانچواں مانع اور رکاوٹ یہ ہے کہ شیخ کی تعلیم کے علاوہ اپنی مرضی سے مجاہدہ کرنا اپنی مرضی سے معمولات کرنا' وظائف کرنا اور اپنی مرضی سے شب بیداری کرنا' کیونکہ چند روز میں گھبرا کر سب چھوڑ دے گا' یہ بہت بڑی رکاوٹ ہے' جتنا وہ بتلادیں بس اتنا کرلو آسان سی بات ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : اعمال میں سے اتنا اختیار کرو کہ اکتاؤ نہیں میں نے حضرت والا سے کئی بار پوچھا کہ فلاں بات حضرت نے ارشاد فرمائی ہے اس پر کب تک عمل کیا جائے ارشاد فرمایا کہ جب تک بشاشت رہے اور جب بشاشت نہ رہے اور طبیعت پر کوئی گرانی ہو تو فوراً چھوڑ دو کوئی فرض نہیں' تو فرمایا حدیث شریف میں ہے کہ اعمال کی اتنی ہی مقدار اختیار کرو کہ اکتاؤ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا جب تک کہ تم نہ اکتاؤ یعنی وہ تو ثواب دینے پر قادر ہے تم کئے جاؤ وہ ثواب دیتے رہیں گے لیکن جب تم اکتا

جاؤ گے ظاہر ہے کہ اخلاص تمہارا متاثر ہوگا تمہیں گرانی ہوگی عمل کے
اندر کوتاہی ہوگی لہٰذا تم اپنے آپ کو اکتاہٹ سے بچاؤ بس عمل اتنا کرو جتنا
تمہارے شیخ نے تمہیں تعلیم فرمایا ہے تو یہ بھی مواقع میں سے ایک عظیم
رکاوٹ ہے کہ شیخ کی تعلیم کے علاوہ خود مجاہدہ کرنا اس میں آدمی پریشان
ہو جائے گا۔

آپ کے شہر کے احباب میں سے ایک صاحب تھے اور ابھی دورے
معلوم ہوا ان کے بارے میں ۲۰ برس پہلے کا قصہ ہے کہ انہوں نے اپنی
مرضی سے صحرا کی طرف بحر کی طرف جو کہ اپنی مرضی سے طویل طویل وظیفے
کرکے اپنے روحانی توازن کو خراب کرلیا ان کی دماغی کیفیات مختلف ہوگئیں
ان کے یبوست خشونت اندر سختی یا لاتحرد اتنا آگیا تھا اور واقعی اس کا یہی
نتیجہ ہونا چاہئے تھا کہ انہوں نے فرض نماز بھی چھوڑ دی اور ان کا چہرہ بھی
سنت کے مطابق نہ رہا بعد میں ہمیں علم ہوا کہ انہوں نے اپنے اوپر بہت
زیادتی کی کہ یہ بحر و جبل میں جاتے تھے اپنی مرضی سے وحشت کھا گئے'
وحشت میں آگئے اور گھبراہٹ ان پر طاری ہوگئی یا آخر اکتا گئے اور اکتا کر
فرائض و واجبات تاکیدی اعمال بھی ان کے رہ گئے لیکن ایسے لوگ یہ
نہیں سوچتے کہ اس کا انتساب یعنی یہ بات منسوب کس کی طرف ہوئی' شیخ
کی طرف ہوئی' بلاوجہ اس کو بدنام کرنے والے بن جاتے ہیں' حالانکہ
ہماری طرف سے ہر شخص کی صحت اور فرصت کے لحاظ سے بات کی جاتی

ہے۔

اور یاد رکھئے اوراد اور وظائف مقصود نہیں بلکہ معین فی المقصود ہیں اوراد و وظائف اور تسبیحات مقصود نہیں معین فی المقصود ہیں ہمیں ان سے اعانت اتنی لینی ہے کہ جتنی ہمیں ضرورت ہے اس سے زائد نہیں لہٰذا موانع میں سے یہ ایک عظیم رکاوٹ ہے کہ شیخ کی تعلیم کے علاوہ اپنی مرضی سے مجاہدہ کرنا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ گھبرا کر سب کچھ چھوڑ دے گا اور تاکیدی اعمال بھی اس کے رہ جائیں گے۔

چھٹا مانع : مجاہدات کے ثمرات میں عجلت اور تقاضا کرنا

اور ان سات رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ جو چھٹی ہے وہ یہ ہے کہ مجاہدات کے ثمرات میں عجلت اور تقاضہ کرنا یعنی یہ سوچنا کہ اتنے دن ہوگئے صاحب کوئی نتیجہ تو برآمد ہوا نہیں **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ امام الاکابر ہیں بڑے آدمی ہیں حکیم الامت حضرت تھانوی نے ان کو اپنا شیخ تسلیم کیا ہے ان کے یہاں ایک شخص دس سال رہا اور کہا کہ حضرت بس مجھے اجازت دیجئے میں جانا چاہتا ہوں اور اس نے قطع تعلق کی سی صورت ظاہر کی' یہ حضرات مستغنی بھی ہوتے ہیں اور متواضع بھی ہوتے ہیں خدمت کا غلبہ بھی ان میں غالب ہوتا ہے' عجیب

عجیب قسم کی شائیں ان کاملین کے اندر ہوتی ہیں' حضرت کو کچھ تعجب ہوا کہ
ایک پرانا رہنے والا کیوں جا رہا ہے حضرت گنگوہی نے ان سے پوچھا کہ بے
شک آپ جا سکتے ہیں ہمارے یہاں کسی کو مقید اور محبوس نہیں رکھا جاتا
سب کی آزادی مطلوب ہے اگر جی جانے کو چاہتا ہے تو بے شک آپ چلے
جائیں لیکن اتنی سی بات بتلا دیں کہ جانے کا منشاء کیا ہے کہنے لگے حضرت
دس سال ہو گئے میں کسی قابل نہ ہوا اور اتنے مجاہدات کا کوئی ثمرہ اور نتیجہ
میرے سامنے نہ آیا' حضرت گنگوہی عارف باللہ تھے فرمانے لگے کہ آپ نے
ثمرہ اور نتیجہ اپنے ذہن میں کیا متعین کر رکھا تھا' کہنے لگے کہ جی! میں نے
اپنے ذہن میں یہ ثمرہ ان مجاہدات کا متعین کیا ہوا تھا کہ جس طرح سے آپ
منصب مشیخت پر ہیں اور لوگوں کو فیض یاب کر رہے ہیں اسی طرح سے میں
بھی کروں گا لیکن آپ کی جانب سے ایسا کچھ نہ ہوا اس پر حضرت گنگوہیؒ
نے فرمایا کہ ماشاء اللہ آپ نے بات صاف کر دی اب میرے دل میں کوئی
بات نہ رہی اب آپ کے جانے کا کوئی دکھ اور غم نہیں ہے بسم اللہ آپ
تشریف لے جائیے" اندازہ فرمائیے' مجاہدات کے ثمرات اور نتائج جو بھی
ہوں ایک تو اس پر نظر نہیں رکھنی چاہئے جی ہاں! دوسری بات اس پر مزید
زہر پر زہر' کریلا اور نیم چڑھا کہ عجلت اور تقاضہ لہذا یہ بہت بڑی رکاوٹ
ہے اس سلسلے میں' وقت نہیں ہے ورنہ میں کچھ اور عرض کرتا یہ بہت بڑی
رکاوٹ ہے اپنے آپ کو بالکلیہ سونپ دینا چاہئے اور جو مجاہدہ تجویز کیا

دو پھر تم دیکھو کہ کس طرح نہیں پہنچتے ہو اور اگر تم نہ پہنچے تو میں گود میں اٹھا کر پہنچا دوں گا اور دنیا چاہئے تو رہبر پر اعتماد کرنا چاہئے شیخ کی تعلیم پر اعتماد کرنا چاہئے۔

اپنی جانب سے کوئی ثمرہ اور نتیجہ متعین نہ کرے اور نہ ہی اس کا تقاضہ کرے نہ اس میں عجلت کرے بس توفیق پر مرمٹے میں تو یہ کہتا ہوں کہ توفیق پر مرمٹے میرے حضرت نے ایک بات فرمائی کہ توفیق علامت ہے قبولیت کی اور توفیق جب بھی ظاہر ہوتی ہے تو اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب اللہ کی امداد غیبی بندے کے لئے شامل حال ہو جاتی ہیں۔

ساتواں مانع : شیخ سے محبت میں فتور ڈالنا

اور بھی ایک رکاوٹ جو ساتویں رکاوٹ ہے وہ بھی بہت بڑی رکاوٹ ہے وہ شیخ سے محبت میں فتور ڈالنا ہے محبت شیخ ہی تو کچھ ہے فناء فی الرسول فناء فی اللہ فناء الفناء ارے! سارے مقامات حضرت نے فرمایا کہ اس کی بنیاد فناء فی الشیخ ہے 'جب فناء فی الشیخ نہیں تو کچھ بھی نہیں بن سکتا' جب بنیاد ہی نہیں تو ایسا ہوا کہ جیسے ریت میں کھونٹا گاڑ دیا ارے ریت میں کھونٹا جو ہے کیا وہ مضبوط ہوا کرتا ہے؟ رکاوٹ کا ہوتا ہے ایک مانع جو ہے وہ شیخ

سے محبت میں توڑ ڈالتا ہے' ایسے لوگ جو شیخ سے مناسبت نہیں رکھتے کبھی کبھی ان لوگوں سے مت ملو نہ ان کی نشست اختیار کرو نہ ان کے پاس بیٹھو۔

اور سب سے بڑی چیز جو ہے وہ شیخ سے مناسبت ہے اور مناسبت ہی نفع کیلئے شرط ہے اور مناسبت عقلی ہو جاتی ہے بے شک ابھی حال نہ بھی بنا ہو اور مناسبت طبعی نہ ہو اور ابھی اپنے آپ کو اس میں کھپا نہ دیا ہو "عقلاً" یہ فیصلہ کرلے کہ یہ میرا رہبر ہے میرا مصلح ہے' میرا خیرخواہ ہے میری دانست اور جستجو اور تلاش میں اس سے بہتر روئے زمین پر مجھے اور کوئی نہیں مل سکتا یہ مناسبت عقلی ہے اور مناسبت اختیاری ہے غیر اختیاری نہیں بس جب انشاء اللہ عقلی مناسبت ہوگی موافقت بھی ہو جائے گی انسیت بھی ہو جائے گی اور فیضان جاری ہو جائے گا اور اس مناسبت کی پہچان یہ ہے کہ شیخ کے اقوال پر احوال پر اس کی ہر چیز پر انسیت ہو تکیر نہ ہو اعتراض نہ ہو خدا نخواستہ غیر اختیاری طور پر کوئی خیال ایسا آئے جو مناسبت کے خلاف ہو تو فوراً" خدا کی پناہ پکڑنا چاہئے یا اللہ تو مجھے بچالے یہ بھی حضرت فرما گئے غیر اختیاری اگر کوئی وسوسہ اور خیال آئے تو فوراً" اللہ سے رجوع کرنا چاہئے یا اللہ ہم سب کو فہم طریق' طریق الی اللہ یعنی اللہ تک پہنچنے کا جو راستہ ہے یا اللہ اس کی سمجھ ہم سب کو عطا فرما۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین